ابنِ صفی

جلد نمبر
35

جاسوسی دنیا

103- تباہی کا خواب

104- مہلک شناسائی

105- دھواں ہوئی دیوار

جاسوسی دنیا نمبر 104

مہلک شناسائی

(دوسرا حصہ)

پیش رس

آج میں خدا کو حاضر ناظر جان کر آپ کو یہ اطلاع دے رہا ہوں کہ میں نے ہابیل قابیل والی ٹریجڈی سے پہلے کوئی کوئی جاسوسی ناول نہیں لکھا تھا لیکن کوّا بیچارہ آج تک پشیمان ہے کہ اس نے حضرت آدم کو مٹی کھود کر دفن کر دینے کا فن کیوں سکھایا۔ کوّے کا خیال ہے کہ اُس کی اسی غلطی کی بناء پر آج اولاد آدم، آدمی ہی کو زندہ دفن کر دینے کے فن میں طاق ہوگئی ہے۔

اوپر کی عبارت کا مفہوم مع سیاق و سباق سلیس اردو میں لکھئے اور اردو ادب کے اُن چودھریوں کو روانہ کر دیجئے جو یہ فرماتے ہیں کہ جرائم کی تعداد میں اضافہ ہونے کا سبب جاسوسی لٹریچر ہے۔ یقین کیجئے کہ وہ آپ کے اس حل شدہ پرچہ امتحان کی رسید تک نہ دیں گے۔ کیونکہ پرچہ ان کا اپنا سیٹ کیا ہوا نہیں ہے یا ہوسکتا ہے وہ آپ کو لکھ بھیجیں کہ ہابیل اور قابیل والی ٹریجڈی غلط فہمی کی بناء پر ہوئی تھی۔ وہ دونوں سمجھے تھے کہ اب کوئی دوسری عورت پیدا ہی نہ ہوگی۔

لیکن وہ کبھی اس کا اعتراف نہ کریں گے کہ سارے ہی جرائم کسی نہ کسی غلط فہمی کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں۔

مستقبل سے مایوسی غلط فہمی ہی کی پیداوار ہے اور یہی آدمی کو جرائم کی طرف لے جاتی ہے۔

مستقبل سے مایوس ہوکر یا تو آدمی جرائم کرتا ہے یا پھر کسی ایسے کرنل فریدی کی تلاش میں ذہنی سفر کرتا ہے جو قانون اور انصاف کیلئے بڑے سے بڑے چہرے پر مکا رسید کر سکے۔

اور یہی تلاش ہیرو ازم کی کہانیوں کو جنم دیتی ہے۔ خیر چھوڑیئے.....! یہ سب بھی ان باتوں کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہیں لیکن اس موضوع پر اظہار خیال کے لئے یہ ارزاں ترین نسخہ ہے کہ لٹریچر نشانہ ملامت بنایا جائے۔

بات ہونی چاہئے تھی ''مہلک شناسائی'' کی۔ لہٰذا اب ادھر آیئے .....فریدی کی کہانیوں میں آپ اسے منفرد پائیں گے۔ یہ کہانی لکھتے وقت مجھے بے شمار مشورے موصول ہوئے۔ میں نے کوشش کی ہے کہ ان پر عمل کروں۔

اب فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے۔

ابن صفی

۱۹۶۸/۱۱/۲۷

علامتی شاعری

بات ملٹری انٹیلی جنس تک جا پہنچی تھی اور ان دونوں کو ہیڈ کوارٹر میں طلب کرلیا گیا تھا۔

آج کرنل قادری کے سامنے پیشی تھی۔ کرنل فریدی نے بجھے ہوئے سگار کو ڈسٹ بن میں ڈالتے ہوئے کیپٹن حمید سے کہا۔ ''تم اپنی زبان بند رکھو گے۔''

''جنرل صاحب اتنے خوبصورت ہرگز نہ ہوں گے کہ مجھے اپنی زبان کھولنے کی ضرورت پیش آئے۔''

''سنجیدگی سے سنو! تم اپنے بیان میں اتنے ہی حالات تک محدود رہو گے جن سے دوچار ہوئے تھے۔

''ظاہر ہے..... بال بچے دار تو ہوں نہیں کہ جنرل قادری کو منے میاں کے آشوب چشم کے تشویش ناک حالات سنانے بیٹھ جاؤں۔''

''اور اس سے کسی بات پر الجھنا مت۔''

''یہ بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔''

''اس کی کسی بات کی تردید نہ کرنا..... جہاں اس کی نوبت آئے تم اس بات کو مجھ پر چھوڑ سکتے ہو۔''

''مثلاً اگر وہ مجھے گدھا کہے تو میں آپ کی طرف دیکھنے لگوں۔''

فریدی اُسے تیکھی نظروں سے دیکھتا ہوا بولا۔ ''پچھلے مہینے کی بات ہے اس کا ایک ماتحت

دوران گفتگو میں کسی طرح آلو کے ذکر کا گنہگار ہوگیا تھا۔ قادری نے پوچھا تم نے آلو کا درخت دیکھا ہے۔ اس نے کہا جناب عالی درخت نہیں پودا..... اس نے کہا درخت اور پودے کا فرق سمجھاؤ وہ ہکلایا اور قادری نے بھرپور مکا اس کے منہ پر رسید کر دیا۔ تین دانت نوٹ گئے تھے اس کے۔''

''کیا وہ میرے ساتھ بھی اس قسم کا برتاؤ کر سکتا ہے۔''

''کر یک ہے۔''

''لیکن یہ بات ملٹری انٹیلی جنس تک کیسے آ پہنچی۔''

''مجھے رپورٹ دینی تھی..... دے دی۔ کیس ادھر ریفر کرنے میں میرے مشورے کو دخل نہیں۔ جیرالڈ شاستری والا کیس بھی ادھر سے متعلق تھا لہٰذا یہ معاملہ بھی ادھر ہی آیا۔''

''اوہ..... وہ دیکھئے..... وہ کرنل ادھر ہی آ رہا ہے..... شائد جنرل قادری کا اسسٹنٹ ہے۔'' حمید نے بجھا ہوا پائپ جیب میں ڈالتے ہوئے کہا۔

''کرنل فریدی پلیز.....!'' آنے والے نے اُن کے قریب پہنچ کر کہا۔

''یس..... تھینک یو.....!'' فریدی اٹھتا ہوا بولا۔

اور پھر وہ جنرل قادری کے روم میں آئے۔ حمید نے اس پر تفصیلی نظر ڈالی تھی۔ وہ ایک بڑی میز کے پیچھے بیٹھا انہیں گھورے جا رہا تھا۔ بدنمائی کی حد تک لحیم شحیم آدمی تھا۔ موٹی سی گردن پر شفاف کھوپڑی والا چہرہ۔ عجیب بھی تھا اور ڈراؤنا بھی..... حمید نے سوچا کہ اس کے ماتحت اس کا سامنا کرنے سے کتراتے ہوں گے۔ ٹھوڑی کی بناوٹ اذیت پسند طبیعت کی غماز تھی۔ آنکھیں چھوٹی اور چمکیلی تھیں۔

حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر وہ غرایا۔ ''تم کرنل فریدی ہو۔''

''یس سر.....!'' حمید نے ایڑیاں بجائیں۔

فریدی دم بخود رہ گیا۔

''بیٹھ جاؤ..... وردی میں کیوں نہیں آئے؟''

حمید اس کے سامنے والی کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔ ''آنریری کرنل ہوں جناب۔''

فریدی کھکارا لیکن حمید کی کھوپڑی پر جیسے برف جم گئی تھی۔

''مجھے علم ہے۔'' جنرل قادری کا لہجہ حقارت آمیز تھا۔

حمید تنا بیٹھا رہا۔ فریدی اس سے چند قدم پیچھے خاموش کھڑا تھا اور جنرل قادری نے اس کی طرف توجہ تک نہیں دی تھی۔

''تمہارے پاس کیا ثبوت ہے کہ اُس جھیل میں ریڈیم کا ذخیرہ موجود ہے؟'' جنرل قادری نے میز پر گھونسہ مار کر پوچھا۔

''وہ پستول نما کیمرہ.....اور.....وہ ریل.....!''

''اور وہ آدمی.....اسٹیفن بروس.....!'' جنرل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

''جی ہاں.....وہ بھی۔'' حمید مردہ سی آواز میں بولا۔

''وہ کہاں ہے؟''

''انڈونیشیا.....چلا گیا.....!''

''اس کے نکل جانے سے پہلے یہ معاملہ کیوں نہیں ریفر کیا گیا۔''

''اس کا جواب ہمارے ڈی آئی جی صاحب ہی دے سکیں گے۔''

''اتنی عقل میں بھی رکھتا ہوں۔'' جنرل نے پھر میز پر گھونسہ رسید کیا۔

''تت.....تو پھر آپ ان سے پوچھئے۔'' حمید نے بوکھلائے ہوئے انداز میں فریدی کی طرف اشارہ کیا۔

''یہ کون ہیں؟'' جنرل نے فریدی کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ پھر یک بیک نہ صرف کرسی چھوڑ کر اٹھ گیا بلکہ اٹھتے اٹھتے میز پر ایک اور گھونسہ بھی رسید کر دیا۔

''اوہ.....اٹ از نتھنگ جنرل.....!'' فریدی مسکرا کر بولا۔ ''میرا اسسٹنٹ آپ کی شخصیت سے بہت زیادہ مرعوب ہو گیا ہے۔''

جنرل نے پھر حمید کو گھور کر دیکھا.....اور حمید بڑی پھرتی سے اٹھا اور فریدی کے قریب جا کھڑا ہوا۔

یہاں صرف ایک کرسی تھی۔ فریدی آگے بڑھا اور جنرل سے مصافحہ کیلئے ہاتھ بڑھا دیا۔

جنرل نے مصافحہ تو کیا لیکن حمید کو بدستور گھورتا رہا۔ لیکن پھر شائد اپنے ہاتھ پر فریدی کی گرفت ہی محسوس کر کے اُسے دوبارہ اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا تھا۔

''اس نے غالباً سن رکھا تھا کہ آپ اپنی کسی بات کی تردید سننا پسند نہیں کرتے۔''
فریدی پرسکون لہجے میں بولا۔

''بکواس ہے........ بیٹھ جاؤ۔'' اس نے کہا اور خود بھی ایک جھٹکے کے ساتھ بیٹھ گیا۔

حمید ''اٹین شین'' ہو گیا تھا۔

''تمہاری موجودگی غیر ضروری ہے۔'' جنرل حمید کی طرف ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

حمید سلیوٹ کر کے ایڑیوں پر گھوما اور نکاسی کے دروازے کی طرف مارچ کر گیا۔

باہر نکل کر اس نے دو تین لمبی لمبی سانسیں لی تھیں اور پھر اسی کمرے میں واپس آیا تھا جہاں کچھ دیر پہلے وہ دونوں بیٹھے رہے تھے۔

اس نے پائپ میں تمباکو بھرتے ہوئے سوچا۔ عجیب وحشی آدمی معلوم ہوتا تھا۔ کسی زمانے میں وہ خود بھی فوجی زندگی بسر کر چکا تھا لیکن کبھی ایسے خونخوار آفیسر سے سابقہ نہیں پڑا تھا۔ آدمی کیا تھا بپھرا ہوا گوریلا تھا۔ لیکن اُس نے فریدی کے رویئے میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں محسوس کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی اداکار کی فنی صلاحیتوں کا جائزہ لینے کے لئے وہاں گیا ہو۔

حمید پائپ سلگا رہا تھا کہ وہی کرنل پھر کمرے میں داخل ہوا جو انہیں جنرل کے آفس میں لے گیا تھا۔

حمید نے عہدے کے لحاظ سے احتراماً اپنا پائپ چھپانا چاہا۔

''اوہ........ نو نو........ ڈیئر........ کیری آن اسموکنگ........!'' کرنل ہنس کر بولا۔

''میرا نام اے ایچ عشقی ہے۔''

اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا تھا۔

''میں ساجد حمید ہوں جناب۔'' حمید نے گرم جوشی سے مصافحہ کرتے ہوئے کہا۔

''آئی نو........ آئی نو........ تعریف سن چکا ہوں تمہاری..... بہت زندہ دل آدمی ہو ادبی ذوق بھی رکھتے ہو۔''

حمید کی جان نکل گئی آخری جملے پر........ نام ہی سے شاعر معلوم ہوئے تھے یہ حضرت۔ اب کیا ہوگا؟

''تم پائپ پی سکتے ہو کیپٹن حمید۔'' کرنل صاحب اس کا شانہ تھپک کر بولے۔

''بہت بہت شکریہ جناب۔''

''بیٹھو..... بیٹھو میں جانتا تھا کہ جنرل قادری تمہیں رخصت کر دیں گے۔ وہ ایک وقت میں اپنے قریب ایک ہی آدمی کی موجودگی پسند کرتے ہیں۔ تم نے صرف ایک ہی کرسی ان کی میز کے سامنے دیکھی ہوگی۔''

''جی ہاں.....!''

''چلو کینٹین میں بیٹھیں۔''

''چلئے.....!'' حمید اٹھ گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کینٹین میں پہنچ کر کہیں بیاض نہ نکل آئے۔ کینٹین زیادہ فاصلے پر نہیں تھی۔ چھوٹے سے ہال میں چند آدمی مختلف میزوں پر نظر آئے۔ ہلکی آواز سے ریکارڈ بج رہا تھا۔

''گرمئی حسرت ناکام سے جل جاتے ہیں
ہم چراغوں کی طرح شام سے جل جاتے ہیں۔''

دفعتاً کرنل صاحب نے قہقہہ لگایا اور حمید حیرت سے انہیں دیکھنے لگا۔

''ذرا ملاحظہ ہو۔'' کرنل صاحب نے کرسی سنبھالتے ہوئے کہا۔ ''اگر ہم فوجی اس قسم کی اوٹ پٹانگ باتیں کریں تو کسی حد تک درست ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ خالص قسم کے شاعر..... ارے میاں حسرت میں گرمی کہاں ہوتی ہے۔ حسرت تو بیچارگی کی پیداوار ہے اور وہ بھی حسرت ناکام یعنی یخ کا تودہ..... اور شاعر صاحب ہیں کہ چراغ بن گئے۔ ہوئی نا میر صاحب سے آگے چھلانگ لگانے کی حسرت ناکام..... ہونہہ..... لاحول ولا.....!''

''جی ہاں..... واقعی.....!'' حمید نے بات ٹالنے کے لئے بے دلی سے ہنس کر کہا۔ وہ ڈر رہا تھا کہ کہیں اب یہ اپنا کوئی شعر نہ ٹھونک ماریں۔

کرنل صاحب نے اشارے سے ویٹر کو بلا کر کافی کا آرڈر دیا اور حمید سے بولے ''شاعری جزویست از پیغمبری..... اس کے لئے پیغمبرانہ شعور اور ادراک کی ضرورت ہوتی

ہے۔ یہاں یار لوگ یہی نہیں جانتے کہ حسرت میں ٹھنڈک ہوتی ہے یا گرمی...اور میاں میں تو علامتی شاعری کا قائل ہوں۔''

''اوہ.....اچھا.....!'' حمید خالی الذہنی کے سے انداز میں مسکرایا۔

''ذرا ایک شعر سنو۔''

حمید نے ٹھنڈی سانس لی۔

انہوں نے شعر رسید کر دیا۔

''ان کا شیوہ نہیں چٹاخ چھنن
چھیڑ بیٹھے تھے ہم پٹاخ چھنن''

حمید نے سنی ان سنی کر کے ستائشی انداز میں سر کو جنبش دی۔

''کیا سمجھے۔''

''بہت خوب.....سبحان اللہ۔''

''میں پوچھ رہا ہوں کیا سمجھے۔'' کرنل صاحب نے کڑے تیوروں کے ساتھ کہا۔

''دراصل.....!''

''تم قطعی نہیں سمجھے۔'' کرنل صاحب کا موڈ خراب ہو گیا۔ ''سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ہمارے یہاں تو بس وہی پرانی لکیریں پیٹی جا رہی ہیں۔''

''جی ہاں بالکل.....!''

''مثلاً.....؟''

''جی.....!''

''کوئی مثال پیش کرو پرانی لکیر پیٹنے کی.....!''

''وہ.....کیا کہتے ہیں.....لکیر کا فقیر۔''

''جی نہیں.....'' کرنل صاحب خشک لہجے میں بولے۔ ''لکیر کا فقیر محاورہ ہے۔''

''محاورہ بھی تو پرانی لکیر ہے۔''

''لیکن وہ مجبوری ہے.....محاورے بہر حال رائج رہیں گے۔''

''میں مجبوری کا قائل نہیں ہوں۔'' حمید بھی بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''تو تم محاوروں کے بغیر بھی.....!''

''جی ہاں قطعی.....محاورے بھی کوئی چیز ہوئے لاحول ولاقوۃ۔''

''تم پتہ نہیں کیسی باتیں کر رہے ہو.....میں تو تمہیں خوش ذوق آدمی سمجھ رہا تھا۔''

''مجھے جہنم میں جھونکئے.....میں آپ کے شعر کا مطلب سمجھنا چاہتا ہوں۔''

''غالب کا وہ شعر سنا ہے کبھی.....

دھول دھپا اس سراپائے ناز کا شیوہ نہیں
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن''

''واہیات شعر ہے۔'' حمید بُرا سا منہ بنا کر بولا۔

''ہے نا واہیات.....!'' کرنل صاحب چہکے۔''اس کے مقابلے میں میرا شعر ہے۔''

اس کا شیوہ نہیں چٹاخ چھنن
چھیڑ بیٹھے تھے ہم پٹاخ چھنن

حمید نے ناک بھوں پر زور دے کر دوبارہ یہ شعر سنا اور کچھ کہنے ہی والا تھا کہ کرنل صاحب بولے۔''دھول دھپے میں وہ بات کہاں جو چٹاخ چھنن میں ہے.....یہ ہے علامتی شاعری چٹاخ تھپڑ کی آواز اور چھنن چوڑیوں کی چھنکار.....!''

''ایہام الصوت کہتے ہیں اسے.....یہ علامتی شاعری کہاں سے ہوئی۔'' حمید نے جی کڑا کر کے کہا۔

''فضول باتیں نہ کرو.....تم کچھ نہیں جانتے۔''

اتنے میں کافی آ گئی اور حمید نے کہا۔''علامتی شاعری کرنے والوں میں پیش دستی کی جرأت ہی نہیں ہوتی۔ اسلئے وہ شاعری بھی علامتی کرتے ہیں.....غالب کا پیشہ آباء سپہ گری تھا۔ وہ میری طرح آنریری کیپٹن نہیں تھے۔''

''تم مجھ پر چوٹ کر رہے ہو کیپٹن حمید۔''

''جی نہیں.....میں خود بھی علامتی شاعری کرتا ہوں۔''

''اچھا تو سناؤ کچھ.....میں بھی دیکھوں۔'' کرنل صاحب غرائے۔

''پہلے کافی پیوں گا۔''

اس نے دو کپ تیار کئے اور ایک کرنل صاحب کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔''علامتی شاعری۔''

''کیا مطلب.....؟''

''ابھی عرض کرتا ہوں.....!'' حمید نے کہا اور کافی کا گھونٹ لے کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

پھر وہ کافی کی چسکیاں لینے لگا تھا اور کرنل صاحب اسے گھورتے رہے تھے۔ کافی ختم ہوگئی اور حمید پائپ کے کش لیتا رہا۔

''میں منتظر ہوں.....!'' بالآخر کرنل صاحب غرائے۔

''سنئے!'' حمید نے کھنکار کر شعر پڑھا۔

دیکھو تو عجیب ماجرا ہے
فانوس پہ فالسہ دھرا ہے

''کیا مطلب.....؟''

''مطلب کسی ماہر نفسیات سے پوچھئے..... یہاں اگر سنسر نے شعور کو اجازت دی ہوتی تو علامتی شاعری کیوں کرتے۔''

''تم میرا مذاق اڑا رہے ہو۔''

''جی نہیں..... بلکہ آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی شاعری علامتی ہرگز نہیں۔ آپ محض اس وہم میں مبتلا ہیں کہ آپ کی شاعری علامتی ہے۔''

''میں کرنل عاشق حسین عشقی وہم میں مبتلا ہوں؟'' کرنل صاحب نے سینہ پھلا کر جارحانہ انداز میں سوال کیا۔

''آپ اپنا نام بھی بدلئے..... کرنل کے ساتھ میچ نہیں کرتا..... اتنا ہی عجیب لگتا ہے جیسے مجنوں خود کو چنگیزی لکھنے لگے۔''

''تم گستاخ بھی ہو کیپٹن۔''

''ہم ادب پر بحث کر رہے ہیں جناب۔ اس لئے ڈسپلن کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو میں آپ کو یہی مشورہ دوں گا کہ شاعری ترک کر دیجئے۔''

کرنل صاحب اُسے گھورتے رہے۔ان کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا اور ان کی آنکھیں تخلص کی حدود سے نکل کر چنگیزیت کے دائرے میں داخل ہوگئی تھیں۔

دفعتاً وہ اٹھے اور کافی کے دام ادا کئے بغیر کینٹین سے باہر چلے گئے۔

حمید نے طویل سانس لی اور تہیہ کیا کہ وہ کافی کی رقم کرنل صاحب کے ہی حساب میں لکھوائے گا۔اپنی جیب سے ادا نہیں کرے گا۔

اس نے اٹھ کر باتھ روم کا راستہ لیا۔باتھ روم میں کوٹ اتارا اور الٹ کر دوبارہ پہن لیا اور اب وہ سوٹ کی بجائے ''میچ'' میں تھا۔

ناک میں ریڈی میڈ والے اسپرنگ رکھے اور تھوڑی دیر بعد باہر نکل آیا۔

اس کی میز خالی تھی۔دفعتاً کرنل عشقی دکھائی دیا جو بوکھلائے ہوئے انداز میں داخل ہو رہا تھا۔اس میز کے قریب رک کر وہ مڑا اور کاؤنٹر کلرک کی طرف ہاتھ اٹھا کر چیخا۔''اوئے .....یہ آدمی کدھر گیا۔''

کاؤنٹر کلرک بوکھلا کر کاؤنٹر سے باہر آ گیا۔

''کون جناب.....؟''اس نے بڑے ادب سے پوچھا۔

''وہ آدمی جو میرے ساتھ تھا۔'' کرنل عشقی نے چاروں طرف نظریں دوڑاتے ہوئے کہا۔ ''اس نے حمید کو بھی دیکھا لیکن یونہی رواروی میں اور پھر کاؤنٹر کلرک کی طرف متوجہ ہوگیا۔''

''وہ جناب..... پتہ نہیں.....میں تو سمجھا تھا آپ دونوں ہی تشریف لے گئے۔''

''نہیں.....!'' کرنل عشقی پیر پٹخ کر بولا۔''اسے تلاش کرو..... جلدی ڈبل اپ.....مل جائے تو پکڑ کر گارڈ روم میں لے آؤ۔''

وہ پھر باہر چلا گیا۔

کاؤنٹر کلرک اس طرح منہ بنائے کھڑا تھا جیسے کرنل صاحب اُسے بچہ جننے کا حکم دے کر چلے گئے ہوں۔

حمید نے قریب ہی کی ایک میز سنبھال لی تھی اور کاؤنٹر کلرک کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ شاید اس کی زبان سے کرنل عشقی کے لئے کوئی گندی سی گالی سننے کا متمنی تھا۔لیکن وہ تو دوسرے ہی لمحے میں میزیں صاف کرنے والے لڑکے پر برس پڑا تھا۔''اوحرامی.....ڈبل

اپ.....دس گھنٹے میں ایک میز صاف کرتا ہے۔''

حمید نے ویٹر کو اشارے سے بلا کر پھر کافی طلب کی اور سگریٹ کا ایک پیکٹ منگوایا۔ اب وہ میک اپ میں جیب سے پائپ نہیں نکال سکتا تھا۔

کافی کے دوسرے کپ کے ساتھ اس نے کرنل عشقی کے رویئے پر غور کرنا شروع کر دیا۔ کیا وہ احمق تھا؟ محض اتنی ذرا سی بات پر اس حد تک پہنچ گیا.....خیر دیکھا جائے گا۔

اتنے میں دو لیفٹیننٹ اندر آئے اور حمید کے قریب ہی بیٹھ گئے۔ کسی بات پر بُری طرح ہنس رہے تھے دونوں.....

''مگر یہ ہوا کیسے.....وہ کون تھا.....؟'' دوسرے نے ہنسی پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

''کوئی پولیس آفیسر تھا۔ جنرل قادری سے کسی مسئلے پر گفتگو کرنے آیا تھا۔ بات بڑھ گئی ہوگی۔ جنرل صاحب نے اپنے مخصوص انداز میں دانت نکالے ہوں گے اور اس نے جھلا کر ہاتھ رسید کر دیا ہوگا۔''

''لیکن وہ گیا کہاں.....؟''

''پتہ نہیں.....چھلاوا تھا گویا.....سنا ہے ایک آدمی اور تھا اُس کے ساتھ.....دونوں ہی نکل گئے۔''

''یہاں سے نکل کر کہاں جائیں گے۔ گیٹ پر چیکنگ کے دوران میں پکڑے جائیں گے۔''

''دیکھو.....کیا ہوتا ہے؟''

''ان کی گفتگو سن کر حمید کا دم نکل گیا۔ یہاں سے نکل بھاگنا واقعی آسان کام نہیں تھا۔''

ان دفاتر کی حدود میں ان کا داخلہ ایک مخصوص اجازت نامہ کے تحت ہوا تھا۔ واپسی کیلئے بھی وہی اجازت نامہ گیٹ پر دوبارہ دکھانا پڑتا اور وہ اجازت نامہ فریدی ہی کے پاس تھا۔

حمید نے ختم ہوتے ہوئے سگریٹ سے دوسرا سگریٹ سلگایا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کینٹین ہی میں بیٹھا رہے یا باہر نکل کر فریدی کو تلاش کرنے کی کوشش کرے۔

اس نے کنکھیوں سے ان دونوں آفیسروں کی طرف دیکھا۔ اب وہ خاموشی سے کافی پی رہے تھے۔

اتنے میں ملٹری پولیس کے دو جوان کینٹین میں داخل ہوئے اور حمید نے فوری طور پر یہ فیصلہ کرلیا کہ اسے چھپنے کی کوشش نہ کرنی چاہئے۔ لہٰذا اس کے دونوں ہاتھ چہرے کے قریب آئے۔ ایک بلند آہنگ چھینک ہال میں گونجی اور نتھنوں کے اسپرنگ ہاتھوں سے گزرتے ہوئے جیب میں منتقل ہو گئے۔

چھینک ایسی زوردار تھی کہ دوسروں کو اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا تھا۔

ملٹری پولیس کے نوجوان اس کی طرف بڑھے اور یہ تو ہونا ہی تھا..... کیونکہ وہاں اسی کے جسم پر وردی نہیں تھی۔

''آپ کون ہیں جناب؟'' ایک نے اس سے پوچھا۔

حمید نے جیب سے اپنا وزیٹنگ کارڈ نکال کر اس کے حوالے کر دیا۔

''اوہ.....!'' اُس نے کارڈ پر نظر ڈال کر اپنے ساتھی سے کہا۔ ''کام بن گیا۔'' اور حمید سے بولا۔ ''اٹھئے جناب۔''

''کیوں.....؟'' حمید نے متحیرانہ لہجے میں سوال کیا۔

''گارڈ روم میں آپ کی طلبی ہوئی ہے۔''

''آخر کیوں؟''

''اٹھئے۔'' دوسرے نے تلخ لہجے میں کہا۔ ''وہیں معلوم ہو جائے گا۔''

''مجھے کافی کا بل ادا کرنا ہے۔'' حمید اٹھتا ہوا بولا اور پروقار انداز میں چلتا ہوا کاؤنٹر پر آیا۔

کاؤنٹر کلرک اسے حیرت سے دیکھے جا رہا تھا۔ حمید نے پرس سے ایک نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر رکھ دیا۔

''آپ تو..... آپ..... جناب..... یعنی کہ.....!'' وہ ہکلایا۔

''کیپ دی چینج.....!'' حمید نے خالص امریکی لہجے میں کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

وہ ان دونوں کے درمیان چل رہا تھا۔ گارڈ روم میں کرنل عشقی ہی کا سامنا ہوا۔

''اوہو..... آپ ہاتھ آ گئے..... جناب۔'' اس نے زہریلے لہجے میں کہا۔

''لیکن میں اس کا مطلب نہیں سمجھ سکا۔'' حمید کا لہجہ بھی اچھا نہیں تھا۔

''کرنل فریدی کہاں ہے؟''

''کیا ہم نے انہیں جنرل قادری کے روم میں نہیں چھوڑا تھا۔''

''بہت پہلے کی بات ہے۔''

''اس کے بعد میں آپ کے ساتھ رہا تھا۔''

''یہ کہاں تھا.....؟'' کرنل عشقی نے ان دونوں سے پوچھا۔

''کینٹین میں جناب۔'' ایک نے جواب دیا۔

''میرے اٹھنے کے بعد تم کہاں تھے؟'' کرنل نے حمید کو مخاطب کیا۔

''باتھ روم.....!''

''اوہ.....بیٹھ جاؤ۔'' کرنل عشقی نے سامنے والی کرسی کی طرف اشارہ کیا اور ہاتھ ہی کے اشارے سے ان دونوں کو ''ڈس مس'' کر کے پھر حمید کی طرف متوجہ ہو گیا۔

''آپ چاہے مجھے گولی ماردیں میں اپنی بات پر اڑا رہوں گا۔ وہ علامتی شاعری ہرگز نہیں ہو سکتی۔'' حمید نے چڑچڑے پن کی ایکٹنگ کرتے ہوئے کہا۔

''جہنم میں گئی شاعری.....تم ہماری حراست میں ہو۔''

''چاہے پھانسی ہو جائے لیکن وہ علامتی شاعری ہرگز نہیں تھی۔''

''میں کہتا ہوں خاموش رہو۔''

''بہت بہتر۔'' حمید نے کہا اور جیب سے پائپ نکال کر بھرنا ہی چاہتا تھا کہ کرنل عشقی نے میز پر ہاتھ مار کر کہا۔ ''تم یہاں تمباکو نوشی نہیں کر سکتے۔''

''آخر میری خطا بھی تو معلوم ہو جناب۔''

''تمہارا چیف.....!''

''کیا ہوا میرے چیف کو.....؟''

''وہ جنرل قادری کو زخمی کر کے غائب ہو گیا۔''

''نہیں.....!'' حمید بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔ ویسے اس کی یہ حرکت قطعی طور پر اداکاری ہی تھی کیونکہ اسے تو کینٹین ہی میں اس واقعے کا علم ہو چکا تھا۔

''بیٹھ جاؤ..... ہر چند کہ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں لیکن جب تک کرنل فریدی ہاتھ نہ آ جائے تمہاری گلوخلاصی نہیں ہوسکتی۔''

''اور اس عرصے میں مجھے کیا کرنا ہوگا.....؟''

''ہاں.....آں.....اچھا سوال ہے۔'' کرنل عشقی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا اور پھر چونک کر بولا۔ ''کیوں؟ کیا تم میری غزلیں نہیں سنو گے۔''

''جہاں تمبا کو نوشی ممنوع ہو.....وہاں غزلوں کا کیا کام.....بس سیدھا سادھا کلمہ پڑھوا دیجئے مجھے اور پھر انا للہ وانا الیہ راجعون!''

''بزدلوں کی سی باتیں نہ کرو جوان.....چلو سنو.....سودا کے رنگ میں کہی تھی۔''

''آپ براہِ کرم پہلے یہ بتائیے کہ جنرل صاحب کیسے زخمی ہوئے۔''

''جنرل قادری کبھی تفصیل سے گفتگو نہیں کرتے۔ انہوں نے اپنے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کرلیا ہے اور کسی زخمی شیر کی طرح دہاڑ رہے ہیں جب تک کرنل فریدی ہاتھ نہیں آتا.....وہ کمرے کا دروازہ نہیں کھولیں گے.....انہوں نے دھمکی دی ہے۔''

''یہاں سے نکل جانا آسان تو نہیں۔'' ... .

''یہی وجہ ہے کہ میں تمہیں اس عرصے میں اپنی چند تازہ غزلیں سنا دینا چاہتا ہوں۔''

''سنائیے صاحب۔'' حمید مردہ سی آواز میں بولا۔ ''لیکن یہ ظلم ہے کہ غزلیں تو ہو جائیں گی اور میں تمبا کو نوشی نہیں کرسکوں گا۔''

''اٹھو!'' دفعتاً کرنل عشقی اٹھتا ہوا بولا۔ ''میں کہیں اور چل کر تمہیں غزلیں سناؤں گا۔''

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ چکر کیا ہے۔ کرنل عشقی اتنا احمق تو نہیں ہوسکتا۔

وہ بھی اٹھ گیا اور دونوں باہر آئے۔ اس بار پھر ان کا رخ کینٹین ہی کی طرف تھا۔

کینٹین پہنچ کر حمید نے بے بسی سے کہا۔ ''آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟''

''میاں ہوش میں آؤ! کتنی بار کہوں کہ تمہیں میری تازہ غزلیں سننی پڑیں گی۔ عرصہ دراز کے بعد ایک ایسا آدمی ملا ہے جو میری غزلوں کو سن کر سمجھ بھی سکے گا.....علامتی شاعروں والی بات تو محض امتحان تھا اور تم اس امتحان میں پاس ہوگئے۔''

''کتنے نمبر دیئے۔'' حمید نے خوش ہو کر پوچھا۔

''سنٹ پرسنٹ.....چلو بیٹھ جاؤ.....مطلع عرض ہے۔''

اس کے بعد غزل چل پڑی۔

پڑھنے کا انداز ایسا ہی تھا جیسے کوئی کم ظرف آدمی اپنی کھال سے باہر ہوکر اپنے کسی کارنامے کا ذکر کررہا ہو۔

حمید زندگی سے بیزار ہوجانے کی حد تک بور ہوتا اور سنتا رہا۔ پہلی غزل.....دوسری غزل.....تیسری غزل اور چوتھی غزل شروع ہونے سے پہلے ہی وہ ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہوگیا۔

''اب گولی مار دینے کا حکم دے دیجئے نا.....سسکا کیوں رہے ہیں۔'' اس نے گڑگڑا کر کہا۔

''کیا مطلب.....؟ یہ کیا.....؟ بیٹھ جاؤ۔''

''میں عہد کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی کسی ادبی بحث میں نہ پڑوں گا۔''

''کیپٹن حمید بیٹھ جاؤ.....یہ میرا حکم ہے۔''

اتنے میں ایک لیفٹیننٹ نے میز کے قریب آکر کرنل کو سلیوٹ کیا۔

''کیا بات ہے؟'' کرنل نے ناخوشگوار لہجے میں پوچھا۔

''جناب.....وہ ایک لوڈنگ ٹرک میں بیٹھ کر فرار ہوگیا۔''

''کیا.....مطلب.....کیا ثبوت ہے؟'' کرنل عشقی کرسی سے اٹھتا ہوا بولا۔

''جناب.....ٹرک ڈرائیور لیٹرین میں بے ہوش پایا گیا ہے.....بالکل برہنہ۔ کسی نے اس کے جسم پر ایک تار بھی نہیں چھوڑا.....اور جناب اس کا ٹرک بھی غائب ہے۔''

کرنل عشقی حمید کو اسی لیفٹیننٹ کی نگرانی میں دے کر بوکھلائے ہوئے انداز میں کینٹین سے باہر چلا گیا۔ اس طرح برحمتِ پروردگار چوتھی غزل کا خطرہ ٹل گیا تھا۔

پھر تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ اسی جگہ کھڑا رہا تھا اور حمید خود کو قیدی محسوس کرتا رہا تھا۔

خدا خدا کر کے کرنل عشقی کی واپسی ہوئی اور اس نے لیفٹیننٹ کو چھٹی دی۔ اس کے چلے جانے کے بعد حمید سے بولا۔ ''اب تم لوگ ہم سے کسی قسم کی نرمی کی توقع نہ رکھو۔''

''کیا میرا چیف سچ مچ نکل گیا۔'' حمید نے پرتفکر لہجے میں پوچھا۔

''ہاں نکل گیا اور یقین کرو کہ اُس کی زندگی خطرے میں پڑ گئی ہے۔ ملٹری انٹیلی جنس

کے جس آدمی کے بھی ہتھے چڑھ گیا وہ اسے گولی مار دے گا۔ جنرل کا آرڈر کچھ اسی قسم کا ہے۔''

''یہ تو بہت بُرا ہوا.....!''

''بُرے سے بھی بُرا کیپٹن حمید۔''

''اچھا اگر وہ آسانی سے ہاتھ آ جائیں تو.....میرا مطلب یہ ہے کہ پھر تو ان کی زندگی خطرے میں نہیں ہوگی۔''

''میرا خیال ہے کہ اس صورت میں نرمی برتی جائے گی۔''

''اچھی بات ہے.....میں کوشش کروں گا۔''

''کس بات کی کوشش.....؟''

''یہی کہ وہ آسانی سے ہاتھ آ جائیں۔''

''ہوں.....!'' کرنل عشقی کچھ سوچنے لگا۔

''لیکن شرط یہ ہے کہ مجھے یہاں سے تنہا جانے دیجئے۔ میں رات کے اندھیرے میں آپ کو وہاں لے چلوں گا جہاں انہوں نے پناہ لی ہوگی۔''

''مجھے بتاؤ کہاں پناہ لی ہوگی۔''

''اب اس بحث میں نہ پڑیئے.....میرے بغیر آپ اُن پر ہاتھ نہ ڈال سکیں گے۔''

''تو تم بھی ساتھ چلو.....ہم رات کا انتظار نہیں کر سکتے۔''

''آپ اور آپ کے ساتھی سادہ لباس میں ہوں گے۔''

''یہ ممکن ہے۔''

''تو پھر دیر نہ کیجئے۔''

بڑی پھرتی سے روانگی کی تیاری ہوئی تھی۔ حمید ہی کی تجویز کے مطابق ملٹری کی جیپوں کے استعمال سے اجتناب کیا گیا تھا۔ ان کی بجائے تین کاریں مہیا کی گئی تھیں اور حمید ہی اس قافلے کو اپنی سرکردگی میں لے نکلا تھا۔

وہ کرنل عشقی کی کار میں اس کے برابر بیٹھا تھا اور یہ کار کرنل عشقی خود ڈرائیو کر رہا تھا۔ اس کار میں صرف وہی دونوں تھے۔

''کرنل فریدی کو اس قسم کی کوئی حرکت نہ کرنی چاہئے تھی۔'' عشقی بولا۔

''آنریری کرنلوں سے تو شاعری بھی نہیں ہوسکتی۔ ہمیشہ غیر کرنلانہ حرکتیں کرتے رہتے ہیں۔''

''شعر سنو.....!'' عشقی نے ہانک لگائی۔

''اس سے زیادہ مناسب یہ ہوگا کہ میں جہاں کہوں وہاں آپ گاڑی روک دیں۔''

''کیوں.....؟''

''دو تین جگہ فون کر کے معلوم کرنے کی کوشش کروں گا کہ وہ حضرت کہاں ہیں۔''

''حمید اُسی سڑک کے ایک ایسے ڈرگ اسٹور سے واقف تھا جہاں ایک طرف سے داخل ہوکر دوسری طرف کی سڑک پر نکل جانے کے امکانات ہوسکتے تھے۔ لیکن یہ ضروری نہیں تھا کہ کرنل عشقی اُسے ڈرگ اسٹور میں تنہا جانے دیتا۔''

''کیا آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے۔'' حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''یقیناً..... یقیناً.....!''

''اچھا تو پھر اگلے چوراہے سے گذر کر گاڑی روک دیجئے گا۔'' حمید نے کہا۔ وہ سوچ رہا تھا کوشش کر لینے میں کیا حرج ہے۔ اگر کرنل عشقی خود بھی ساتھ ہی اُترا تو پھر کہیں اور ڈاج دینے کی کوشش کی جائے گی۔ وہ بہرحال اُن کے چکر سے نکل جانا چاہتا تھا۔

اگلے چوراہے پر کرنل عشقی نے گاڑی روک دی اور حمید کے ساتھ خود بھی اُترا لیکن وہ داہنی جانب والا دروازہ کھول کر اُترا تھا اور حمید بائیں جانب والے دروازے سے اُتر کر ڈرگ اسٹور کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس نے مڑ کر دیکھا ہی نہیں کہ کرنل عشقی بھی آرہا ہے یا نہیں۔ بس وہ اسٹور میں گھستا چلا گیا۔

کاؤنٹر پر پہنچ کر اس نے مڑ کر دیکھا۔ عشقی ابھی تک اسٹور کے دروازے تک بھی نہیں پہنچ سکا تھا۔

اس کی پشت اسٹور کی طرف تھی اور دو فقیر اس سے شائد زیادہ سے زیادہ خیرات وصول کر لینے پر اڑ گئے تھے۔

حمید نے سیلز مین سے ایک ایسی دوا طلب کی جو ان دنوں عنقا ہو رہی تھی اس نے نفی میں جواب دیا اور حمید نے بڑی تیزی سے دوسری طرف کے دروازے سے نکل جانا چاہا۔

''ٹھہرو.....!'' پشت سے کسی نے للکارا۔

یہ ناممکن تھا کہ عشقی اتنی جلدی وہاں پہنچا ہو۔ پھر بھی حمید نے مڑ کر دیکھا نہیں۔ ایک ہی جست میں وہ فٹ پاتھ پر تھا۔

اس لائین میں دائیں جانب ایک ہیئر کٹنگ سیلون تھا۔ وہ اس میں داخل ہوا اور باربر سے حمام کے لئے کہتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

حمام اتفاق سے خالی ہی تھا۔ اس نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور اندر داخل ہو گیا۔

اتنا اندازہ تو تھا ہی کہ للکارنے والا اُسے سیلون میں داخل ہوتے نہ دیکھ سکا ہوگا۔ کیونکہ وہ للکار قریب کی نہیں تھی۔

غالباً عشقی کا کوئی آدمی بھی پچھلی گاڑیوں میں سے کسی سے اُترا تھا اور دوسری طرف کے فٹ پاتھ ہی پر رک کر اس کی نگرانی کرتا رہا تھا۔

یہاں حمام میں وہ بڑے سکون کے ساتھ نہاتا رہا اور اس کے بعد اُسے پتلون الٹنے کا موقع بھی مل گیا۔

اب وہ بالکل ہی دوسرے رنگ کے سوٹ میں تھا..... ناک کے نتھنوں میں پھر اسپرنگ فٹ کئے گئے تھے۔ اس طرح اس نے حمام میں تقریباً بیس منٹ گزارے تھے اور کسی قسم کی دخل اندازی نہیں ہوئی تھی۔

وہ نہایت اطمینان سے باہر نکلا اور باربر کو پیسے دینے کے بعد فٹ پاتھ پر بھی اُتر آیا۔

لاش کی حرکت

فرٹیلا بلڈنگ کے ایک بڑے کمرے میں ایک لاش پڑی ہوئی تھی اور ایک سفید فام آدمی اس کے قریب کھڑا بار بار کلائی کی گھڑی دیکھے جا رہا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ اس کے قریب دوزانوں بیٹھ کر اس کی نبض دیکھنے لگا۔ پھر سینے سے کان لگا کر تھوڑی دیر ایسی پوزیشن میں رہا جیسے کسی بھولی بھٹکی دھڑکن کا انتظار ہو۔

اس دوران میں رسٹ واچ پر بھی نظر رہی تھی۔

کچھ لمحے سینے سے کان لگائے رکھنے کے **بعد وہ** لاش کے پاس سے ہٹ کر قریبی کرسی پر جا بیٹھا۔ نظر اب بھی لاش ہی کی طرف تھی۔

اچانک لاش میں جنبش ہوئی اور وہ کرسی سے اٹھ گیا۔

لیکن جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کی۔

لاش کی حرکت بدستور جاری رہی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُس میں ایک نہ رکنے والی تھرتھری پڑ گئی ہو۔

یہ کیفیت تین منٹ تک رہی۔ وہ گھڑی ہی پر نظر جمائے رہا تھا۔

لاش پھر پہلے ہی کی طرح ساکت ہوگئی۔ پھر اس نے اسے اٹھتے دیکھا۔

''صبح بخیر کہوں یا شام بخیر.....؟'' لاش نے اس سے پوچھا۔

''رات کے آٹھ بجے ہیں۔'' سفید فام آدمی نے کہا۔

دوسرا آدمی جو ذرا دیر پہلے لاش کی طرح فرش پر پڑا ہوا تھا نسلاً نیگرو معلوم ہوتا تھا ایک قوی الجثہ اور قد آور نیگرو.....!

''اُوہو.....! تو یہ کھانے کا وقت ہے۔''

''یقیناً اور تم اس وقت پسندیدہ ڈشیں میز پر پاؤ گے۔''

''چار ہزار سال سے بھوکا ہوں۔''

''تم مطمئن رہو..... سیر ہو کر کھا سکو گے۔''

''تو پھر اچھے آدمی مجھے جلد سے جلد میز تک لے چلو۔'' نیگرو نے ایک قدم آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

سفید فام بائیں جانب والے دروازے کی طرف مڑا تھا اور اسکے قریب پہنچ کر رک گیا تھا۔

''چلو.....!'' اس نے دروازے کی طرف ہاتھ اٹھائے۔

نیگرو پہلے اس دروازے میں داخل ہوا..... سفید فام اس کے پیچھے چل رہا تھا۔

وہ دوسرے کمرے میں آئے..... یہاں ایک بڑی سی میز پر کھانا چنا ہوا تھا۔ نیگرو کسی بہت زیادہ بھوکے آدمی کی طرح میز کی طرف لپکا تھا۔

سفید فام آدمی نے بھی ایک کرسی سنبھالنی چاہی لیکن نیگرو ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''تم نہیں..... پہلے میں کھالوں۔''

''کیا فرق پڑتا ہے۔'' سفید فام نے کہا۔ ''بہت تھوڑا سا کھاتا ہوں۔''

''نہیں..... قطعی نہیں..... چلے جاؤ..... ہٹ جاؤ..... مجھے ایسا لگتا ہے جیسے چار ہزار سال سے بھوکا ہوں۔''

سفید فام آدمی وہ کرسی میز سے بہت دور ہٹالے گیا اور اُس پر بیٹھتا ہوا بولا.....

''اچھی بات ہے..... جیسی تمہاری مرضی۔''

نیگرو نے بڑی تیزی سے کھانا شروع کیا اور تین چار منٹ کے اندر ہی اندر پوری میز کا صفایا کر دیا..... ساری ہی پلیٹیں خالی ہو چکی تھیں..... سفید فام آدمی اُسے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے اب کھانے کے بعد شائد اسی کی باری آ جائے۔

''اور..... اور کیا ہے؟'' نیگرو نے بھاری بھرکم آواز میں پوچھا۔

''اور کافی..... جو کچھ دیر بعد پیش کی جائے گی۔'' سفید فام آدمی آہستہ سے بولا۔ ''لیکن یہاں نہیں۔''

''تو پھر اب کہاں چلنا پڑے گا؟''

''تمبا کونوشی کے کمرے میں!''

''چلو.....!'' وہ اٹھتا ہوا دہاڑا۔ ''لیکن اے میرے ہمدرد میں تمہیں نہیں پہچان سکا۔''

''ہمدردی کے لئے جان پہچان ضروری نہیں۔'' سفید فام آدمی مسکرایا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' نیگرو نے پوچھا۔

''پیٹر مچکوٹ.....!''

''میں مائیکل ہوں.....!'' نیگرو نے اپنا بھاری بھرکم ہاتھ مصافحے کے لئے آگے بڑھایا۔ سفید فام پیٹر مچکوف کا ہاتھ اس کے ہاتھ میں کسی ننھے سے بچے کا ہاتھ لگ رہا تھا۔

پھر وہ دونوں اس کمرے سے تیسرے کمرے میں پہنچے۔ یہاں کئی آدمی ایک بڑی میز کے گرد بیٹھے کافی پی رہے تھے۔ یہ سب بھی سفید فام ہی تھے۔

میز کے قریب کوئی کرسی خالی نہیں تھی۔ نیگرو نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں لیکن

یہاں ان کرسیوں کے علاوہ اور کوئی تھی ہی نہیں۔

پیٹر مچکوٹ آہستہ سے بولا۔ ''موسیو مائیکل..... یہاں تمہیں زبردستی کرسی حاصل کرنی ہوگی۔ یہ لوگ بدتمیز معلوم ہوتے ہیں۔ خود سے کرسی پیش نہیں کریں گے۔''

''کیا میں ان سبھوں کو اٹھا اٹھا کر باہر پھینک آؤں۔''

''نہیں.....اس کی ضرورت نہیں۔ صرف اپنے لئے ایک کرسی حاصل کرو۔''

''اچھی بات ہے۔'' مائیکل کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی اور اس نے اونچی آواز میں کہا۔ ''شریف آدمیو! بہتر یہ ہے کہ ایک کرسی میرے لئے خالی کردی جائے۔''

انہوں نے چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔

کمرے کی فضا پر عجیب سی خاموشی مسلط ہوگئی۔ وہ اسے دیکھے جارہے تھے۔ لیکن کسی نے بھی اس کے لئے کرسی خالی نہیں کی۔

''دوسری بار کچھ کہنے کا عادی نہیں ہوں۔'' مائیکل نے کہا اور جھومتا ہوا ان کی طرف بڑھنے لگا۔

وہ سب اپنی جگہوں پر جمے رہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے انہوں نے اس کی بات سنی ہی نہ ہو۔ دفعتاً مائیکل جھکا اور ایک آدمی کی کمر تھام کر اُسے اپنے سر سے اونچا اٹھائے ہوئے پھر اسی جگہ پلٹ آیا جہاں پہلے کھڑا تھا۔

اُسے بہ آہستگی ایک طرف کھڑا کر کے پھر میز کی طرف پلٹ آیا۔ لیکن اس بار ان سبھوں نے بہ یک وقت اس پر چھلانگ لگائی۔

پھر تو ایسا معلوم ہونے لگا جیسے بھونچال آ گیا ہو۔

پیٹر مچکوف پہلے ہی کمرے سے نکل بھاگا تھا۔

مائیکل کسی بپھرے ہوئے شیر کی طرف دہاڑتا ہوا ان لوگوں کو اٹھا اٹھا کر پٹخ رہا تھا۔

پھر ان میں سے ایک نے اس پر چاقو سے وار کیا۔ خون کا فوارہ اس کے بازو سے پھوٹ نکلا۔

لیکن جس نے چاقو سے وار کیا تھا اس کی گردن بھی دوسرے ہی لمحے میں ٹوٹ گئی۔ ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ وہ پھر اُس سے لپٹ پڑے .....اُس کے خون کی چھینٹیں اُن کے

چہروں پر پڑ رہی تھیں اور وہ چیخ رہے تھے۔ پھر ذرا ہی سی دیر میں تنہا مائیکل کھڑا رہ گیا۔ وہ سب ڈھیر ہو گئے تھے۔ بے حس و حرکت۔

دفعتاً مائیکل زور سے دہاڑا۔ ''تم کہاں چلے گئے..... پیٹر مچکوف۔'' اور وہ بھی اسی طرح آوازیں دیتا ہوا اس کمرے سے چلا گیا۔

دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا۔

کچھ دیر بعد بائیں جانب والا دروازہ کھلا اور پیٹر مچکوف ایک عورت کے ساتھ اندر داخل ہوا۔

''یہ دیکھئے مادام.....!'' اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں عورت سے کہا۔

''کیا ثبوت ہے کہ یہ سب اُسی کی وجہ سے مرے ہوں گے.....اوہ.....وہ دیکھو شائد اس کی گردن ٹوٹی ہے۔''

''صرف ایک مادام.....وہ جس نے چاقو سے اس پر حملہ کیا تھا۔ صرف وہی آدمی اس کی قوت کا شکار ہوا تھا۔ بقیہ لوگ اسی طرح مرے ہیں۔''

عورت جھک کر ان لاشوں کو دیکھنے لگی۔ اُن کے جسموں کو ٹٹولتی بھی جا رہی تھی۔

کچھ دیر بعد سیدھی ہو کر بولی۔ ''تو تمہارا تجربہ کامیاب رہا۔''

''ہاں..... مادام.....میں تو یہی سمجھتا ہوں۔''

''وہ کہاں گیا.....؟''

''اس کے زخم کی مرہم پٹی کی جا رہی ہو گی۔''

''کیا خود اسے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا.....؟''

''نہیں مادام.....آپ دیکھ ہی لیں گی.....اور صبح تک اس کا وہ زخم بھی حیرت انگیز طور پر بھر جائے گا۔''

وہ دونوں چھ لاشیں اس کمرے میں چھوڑ کر راہداری میں نکل آئے۔ عورت پروقار انداز میں چل رہی تھی اور پیٹر مچکوف اس کا ایک ادنیٰ غلام معلوم ہوتا تھا۔

وہ پھر اسی کمرے میں آئے جہاں نیگرو مائیکل کچھ دیر پہلے ایک بے جان لاش کی حیثیت سے پڑا رہا تھا۔

یہاں اس کمرے میں صرف ایک ہی کرسی تھی.....عورت اُس پر بیٹھتی ہوئی بولی۔

''آج کی رپورٹ.....؟''

''آج ایک حیرت انگیز واقعہ پیش آیا مادام.....!''

''بیان کرو.....!'' وہ خشک لہجے میں بولی۔''کہانیوں کا سا انداز نہ اختیار کیا کرو۔''

''بہت بہتر مادام.....آج کرنل فریدی اور اس کے اسسٹنٹ کو ملٹری ہیڈ کوارٹر میں طلب کیا گیا تھا۔''

''پھر تم رکے.....جلد کہو۔'' عورت تیز لہجے میں بولی۔

''جنرل قادری کے روم میں کسی قسم کا ہنگامہ ہوا اور تھوڑی دیر بعد کرنل فریدی کی تلاش شروع ہوگئی.....اطلاع ملی ہے کہ وہ کسی لوڈنگ ٹرک کے ڈرائیور کو بے ہوش کر کے اس کے بھیس میں صاف نکل گیا.....!''

''ہوں.....!'' عورت کی پیشانی پر شکنیں پڑ گئیں۔

وہ طویل سانس لے کر کہتا رہا۔''اس کے بعد کچھ آفیسر اس کے اسسٹنٹ کو ساتھ لے کر اس کی تلاش میں نکلے۔ایک جگہ وہ بھی انہیں ڈاج دے کر نکل گیا۔پھر ایک گھنٹے کے اندر اندر ملٹری والوں نے وہ سارا علاقہ الٹ پلٹ کر رکھ دیا جہاں اسکا اسسٹنٹ غائب ہوا تھا۔''

''جنرل قادری کے روم میں کیا ہوا تھا.....؟'' عورت نے پوچھا۔

''یہ تو ابھی نہیں معلوم ہو سکا۔''

''رپورٹ نامکمل ہے پیٹر.....!'' وہ تیز لہجے میں بولی۔

''بہت جلد معلوم ہو جائے گا مادام.....ہمارے ایجنٹ کی رسائی جنرل قادری کے روم تک نہیں ہو سکی۔''

''خود جنرل قادری کو ہمارا ایجنٹ ہونا چاہئے تھا۔تم لوگ کام نہیں کر رہے ہو پیٹر۔''

''مادام.....یہ ملک میری سمجھ سے باہر ہے۔لوگوں کی اقتصادی حالت اچھی نہیں.....وہ آپس میں ایک دوسرے کو کاٹتے بھنبھوڑتے رہتے ہیں لیکن کسی دوسرے ملک کا آلہ کار بننے پر تیار نہیں۔''

''بکواس ہے.....تم نے کوشش ہی نہیں کی۔''

''اس کے علاوہ فی الحال ہمارا اور کام ہی کیا ہے.....؟ دن رات اسی تگ و دو میں رہتے ہیں کہ کسی طرح کچھ مقامی آدمیوں کا تعاون بھی حاصل کریں لیکن بس وہ صرف معمولی قسم کے غیر قانونی کاموں کی حد تک ہوتا ہے..... مادام میں ایک بار پھر عرض کروں گا کہ آپ کے غلاموں میں ولیجاہ بہت کام کا آدمی تھا.....!''

''اُسے بھول جاؤ.....وہ اپنی افادیت کھو چکا ہے۔ اب وہ یہاں کے سرکاری حلقوں پر اثر انداز نہیں ہوسکتا۔''

''پھر بھی مادام.....!''

''نہیں.....بس.....!'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔''میں اس کے بارے میں کچھ نہیں سننا چاہتی.....اب نہ مجھے اس کی زندگی سے دلچسپی ہے اور نہ موت سے.....!''

''مادام..... مالک ہیں۔'' پیٹر مچکوف نے ٹھنڈی سانس لی۔

''تم اب صرف یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو گے کہ جنرل قادری کے روم میں کیا ہوا تھا؟''

''بہت بہتر مادام.....!''

''بس جاؤ.....لیکن ٹھہرو.....موٹے آدمی کے بارے میں کیا رپورٹ ہے؟''

پیٹر مچکوف نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔''دن بھر آوارہ گردی کرتا ہے اور شام کو آرلکچو میں جا بیٹھتا ہے۔ وہ اس وقت وہیں ہوگا....! کئی دنوں سے معمول میں فرق نہیں آیا۔''

عورت نے سر کی جنبش سے اُسے چلے جانے کو کہا۔ اسکے بعد بھی وہ وہیں بیٹھی رہی۔

کسی گہری سوچ میں تھی..... کچھ دیر بعد اٹھی اور کمرے سے نکل کر طویل راہداری سے گزرتی ہوئی عمارت سے باہر آ گئی۔ کمپاؤنڈ میں ایک چھوٹی سی کار کھڑی تھی۔

پھر اس کار میں بیٹھ کر وہ قریب ہی کی ایک دوسری عمارت میں پہنچی۔ یہاں اُس نے اپنا لباس تبدیل کیا.....اسکرٹ اور بلاؤز کی بجائے ساڑھی میں نظر آئی۔ ساڑھی میں اس کی دلکشی میں مزید اضافہ ہوگیا تھا۔

پھر قد آدم آئینے کے سامنے کھڑے ہوکر اس نے اپنی آنکھوں پر کسی قسم کا لوشن لگالیا تھا اور چھوٹے سے میک اپ ٹیبل فین کی ہوا اپنے چہرے پر لیتی رہی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اس کی پلکیں کسی قدر متورم ہوگئیں۔ اس طرح اس کی آنکھوں کی بناوٹ میں نمایاں تبدیلی

ہوئی تھی اور یہ تبدیلی بڑی دلکش تھی۔ چہرہ پہلے سے زیادہ حسین ہوگیا تھا اور آنکھوں میں ایک وزنی سے نشیلے پن کی جھلکیاں پائی جانے لگی تھیں۔اس کے بعد وہ پھر باہر نکلی تھی اور اس کی چھوٹی سی کار شہر کے سب سے بارونق علاقے کی طرف روانہ ہوگئی تھی۔

آرلکچو پہنچنے تک اس نے تیز رفتاری کے کمالات دکھائے تھے۔ ڈرائیونگ میں اس کی مشاقی یقیناً قابل داد تھی۔گاڑی آرلکچو کی کمپاؤنڈ میں چھوڑ کر وہ ڈائینگ ہال میں آئی..... زیادہ تر میزیں گھری ہوئی تھیں۔

وہ کاؤنٹر کے قریب رک کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگی اور بالآخر وہ دکھائی دے گیا۔جس کے لئے یہاں آئی تھی۔لیکن اس کے قریب کوئی میز خالی نہیں تھی۔

وہ بڑے انہماک سے گوشت کا ایک بہت بڑا ٹکڑا دونوں ہاتھوں سے تھامے دانتوں میں نوچ نوچ کر کھائے جارہا تھا۔

وہ دیوقامت آدمی اس انداز سے کھاتا ہوا سچ مچ دیو ہی لگ رہا تھا۔

اس نے چند لمحے اسی جگہ کھڑے گزارے اور پھر آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اس کی میز کے قریب آئی۔

دیوقامت اس وقت گوشت نوچ رہا تھا.....اس پر نظر پڑتے ہی اسی حالت میں بے حس وحرکت ہوگیا۔یعنی ہاتھ بدستور اٹھے رہے اور دانتوں کے نیچے گوشت دبا رہ گیا۔صرف پلکیں جھپک رہی تھیں۔

''کاش اس وقت میرے پاس کیمرہ ہوتا.....!'' عورت نے بڑی مترنم آواز میں آہستہ سے کہا اور دیوقامت آدمی کے ہاتھ سے گوشت کا ٹکڑا چھوٹ پڑا.....!

''ارے باپ .....!'' بے اختیار اس کی زبان سے نکلا تھا اور وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں کھڑا ہوگیا تھا۔

اس کے دونوں ہاتھ مسالے سے سنے ہوئے تھے۔

''او.....ہو..... بیٹھئے.....آپ کے کپڑے خراب ہوگئے.....ارے ارے یہ کیا.....اب کیا آپ یہ دونوں سنے ہوئے ہاتھ اپنے منہ پر پھیر لیں گے۔ٹھہریئے.....یہ نیپکن لیجئے..... ہاتھ صاف کرلیجئے۔''

''جج.....جی.....غاں.....!'' وہ بوکھلائے ہوئے انداز میں بولا اور اس کے ہاتھ سے پیپر نیپکن لے کر اپنے ہاتھ صاف کرنے لگا۔

عورت نے اتنی دیر میں اپنے وینٹی بیگ سے رومال نکال لیا تھا۔ اُسے اس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی۔''اب اس سے اپنے کپڑے صاف کیجئے!''

''جج.....جی.....نن.....نہیں.....یہ خراب ہو جائے غا.....کتنا اچھا ہے۔'' وہ ہکلایا۔

''آپ اسکی پرواہ نہ کیجئے.....!'' عورت نے کہتے ہوئے زبردستی رومال اُسے تھما دیا۔

اس پر تو گرانڈیل پر گویا بدحواسی کا دورہ پڑ گیا تھا۔ بڑی مشکل سے وہ اپنے سوٹ پر لگے ہوئے دھبوں کو خشک کر سکا۔

''اب کیا مجھ سے بیٹھنے کو بھی نہ کہو گے۔'' وہ اٹھلائی۔

''جرور.....جرور.....سر آنکھوں پر.....!''

وہ کھنکتی ہوئی سی ہنسی کے ساتھ بیٹھ گئی اور وہ بھی بیٹھ ہی گیا تھا لیکن اطمینان سے بیٹھا ہوا نہیں لگتا تھا۔ بس معلوم ہوتا تھا جیسے مقابل کی زبان سے کچھ نکلتے ہی اٹھ کر بھاگ نکلے گا۔

''تم سوچ رہے ہو گے کہ شائد یہ کوئی فلرٹ ہے۔'' عورت نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

''ارے نہیں.....لاحول بلاقوت.....توبہ توبہ.....!'' وہ اپنا منہ پیٹنے لگا۔

''میں قمی ہوں.....قمر سلطانہ.....بے تکلف احباب قمی کہتے ہیں اور تم.....؟''

''ہی ہی ہی.....یہ تو بڑی اچھی بات ہے قاف سے قمی اور قاف سے قاسم.....واہ!''

''تو تمہارا نام قاسم ہے۔''

''بالقل.....بالقل.....!''

''تم سوچ رہے ہو گے کہ میں نے خواہ مخواہ چھیڑ کر جان پہچان کیوں پیدا کرنی چاہی۔''

''نہیں تو بالقل نہیں.....اللہ قسم.....!''

''تب تو تم بڑے عجیب آدمی ہو۔''

''بس میں ایسا ہی ہوں.....!'' قاسم نے لاپرواہی ظاہر کرنے کی کوشش کی۔

''میں آرٹسٹ ہوں.....تصویریں بناتی ہوں.....تمہیں دیکھ کر ایک بڑا خوبصورت آئیڈیا ذہن میں اُبھرا ہے۔''

''مجھے دیکھ کر.....!'' قاسم نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں تمہیں دیکھ کر.....تم بڑے معصوم ہو.....!''

اور قاسم معصومیت ظاہر کرنے کی کوشش میں اور زیادہ چغد نظر آنے لگا۔

''میں بچپن ہی سے تم ہی جیسے ایک مرد کے خواب دیکھتی آ رہی ہوں۔''

''کیا دیکھا خواب میں.....!'' قاسم کی باچھیں کھل گئیں۔

''بس ایک عام سا خواب کہ میں ایک ایسے ہی آدمی کو کبھی نہ کبھی ضرور چاہوں گی جیسے تم ہو۔''

''مگر.....مگر.....!'' قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''کیا بات ہے؟''

''کچھ نہیں.....!'' قاسم ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''نہیں مجھے بتاؤ.....تمہارے چہرے پر اندرونی کرب کے آثار ہیں اور تم پہلے سے کچھ زیادہ ہی دلکش نظر آنے لگے ہو۔''

''آپ تو مذاق کرتی ہیں.....!'' قاسم سر جھکا کر اپنی انگلیاں مروڑتا ہوا بولا۔

''یقین کرو.....یہ میرے دل کی آواز تھی.....خدارا مجھے بتاؤ کہ تم یک بیک اداس کیوں ہو گئے۔''

''مم.....میں.....ابھی کچھ اور کھانا چاہتا ہوں۔''

''تو کھاؤ نا.....میں نے بھی ابھی تک رات کا کھانا نہیں کھایا.....لیکن اب تم جو کچھ کھاؤ گے وہ میرے ذمہ ہوگا۔''

''ارے واہ.....آپ خود.....میری مہمان ہیں۔''

''نہیں میرا دل نہ توڑو.....آج میرا خواب پورا ہوا ہے۔ میرے خوابوں میں اس آدمی کی دیکھ بھال بھی شامل رہی ہے میں تمہیں نکھاروں گی.....تمہیں سنواروں گی.....میں تمہیں.....میں تمہیں۔''

وہ خاموش ہوگئی۔ بالکل ایسا ہی معلوم ہوا جیسے شدت جذبات سے اس کا گلا رندھ گیا ہو۔

''اچھا اچھا..... جو آپ کہیں..... میں بھی جندگی بھر آپ کا کہنا نہیں ٹالوں گا۔''

''بہت بہت شکریہ۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر پر درد لہجے میں بولی۔

غالباً گوشت کا وہ ٹکڑا قاسم کے کھانے کی ابتداء ہی تھی..... کیونکہ ایک ویٹر نے قریب آ کر کہا ''دوسرا آئیٹم تیار ہے جناب۔''

''لاؤ..... لاؤ..... اور جو کچھ بیگم صاحب فرمائیں..... وہ بھی لاؤ.....!'' قاسم جلدی سے بول پڑا۔

قمی نے ویٹر سے مینو طلب کیا اور اپنے لئے بھی کچھ چیزیں منتخب کر کے آرڈر دیتے ہوئے قاسم سے بولی۔ ''میں معلوم کرنا چاہوں گی کہ تمہیں کھانے میں کیا مرغوب ہے۔''

''لے آئے غا..... لے آئے غا..... میں پہلے ہی آرڈر دے چکا ہوں۔''

ویٹر چلا گیا۔ تھوڑی دیر تک وہ خاموش رہے پھر قمی بولی۔

''تم آخر اس وقت اداس کیوں ہو گئے تھے۔''

''مم..... میں کیا بتاؤں..... آپ اتنی اچھی ہیں..... اتنی اچھی ہیں کہ میں آپ کو دھوکہ نہیں دے سکتا۔''

''دھوکہ.....؟'' بھلا دھوکہ کیوں۔

''مم..... میری..... شش..... شادی ہو چکی ہے۔'' اس نے رو دینے والے لہجے میں کہا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ چھپانے کی کوشش کرنے لگا۔

''ہائیں..... تو اس میں رونے کی کیا بات ہے؟'' قمی نے حیرت ظاہر کی۔

''یعنی کہ..... اب آپ ملی ہیں تو میں قیا قروں.....!''

''اُوہو..... تو تم پرانے خیالات کے آدمی معلوم ہوتے ہو..... خیر..... خیر..... میں ٹھیک کر لوں گی تمہیں۔''

''جی..... میں نہیں سمجھا۔''

''تمہاری دس بیویاں ہوں پھر بھی تمہیں گیارہویں عورت سے محبت کرنے کا حق حاصل ہے۔ یہی چیز تو ہے جو آدمی کو عام جانوروں سے بلند کرتی ہے۔ جانوروں میں صرف ایک مادہ رکھنے کا رجحان قدرت کی طرف سے ودیعت ہوا ہے۔''

''اچھا تو آدمی کو اسی لئے وہ کہتے ہیں.....افسر المخلوقات.....!''

''اشرف المخلوقات.....!'' قمی نے تصحیح کی۔

''وہی.....وہی.....! تو مطلب یہ کہ بیوی بھی اور آپ بھی.....!''

''ہاں.....میں تمہیں یہی سمجھانا چاہتی ہوں کہ محبت ان رشتوں سے بالاتر ہے۔ تمہیں کون روک سکتا ہے مجھ سے محبت کرنے سے۔''

''قوئی بھی نہیں.....روق قر تو دیتے.....!'' قاسم چھاتی ٹھونک کر بولا۔

''بس ٹھیک ہے.....اب کھانا کھاؤ۔''

ویٹر ان کی طلب کی ہوئی چیزیں لاکر میز پر لگانے لگا تھا۔ اس میں بکرے کی ایک مسلم ران بھی تھی۔

انہوں نے کھانا شروع کیا.....عورت بار بار قاسم کے انہماک کو عجیب انداز میں دیکھنے لگتی تھی۔ بکرے کی ران ادھیڑتے وقت شائد وہ اس کے وجود کو بھی فراموش کر بیٹھا تھا۔

اور کچھ دیر بعد جب صرف ہڈی اُس کے ہاتھ میں رہ گئی تو وہ قمی کی طرف متوجہ ہوا۔

''تمہارا ہر انداز خوبصورت ہے۔'' وہ مسکرا کر بولی۔

قاسم نے یونہی رواروی میں دانت نکال دیئے۔ شائد اس نے سنا ہی نہیں تھا کہ اس نے کیا کہا ہے۔ کیونکہ وہ تو ران کے ختم ہوتے ہی ویٹر کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

''اب دونوں مرغ لاؤ۔'' اُس نے ویٹر سے کہا۔

بہرحال وہ ایک گھنٹے سے پہلے اپنا کھانا ختم نہیں کر سکا تھا۔ اس کے بعد کافی طلب کی گئی اور وہ پھر باتوں میں لگ گئے۔

''تمہارے کتنے بچے ہیں.....؟'' قمی نے پوچھا۔

''بچے.....ہی ہی ہی.....ایق بھی نہیں.....ہی ہی ہی.....سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔''

''میں نہیں سمجھی۔''

''قوئی اور بات کیجئے۔'' قاسم نے گلوگیر آواز میں کہا۔

''اچھا اچھا.....تمہیں آج تک کسی سے محبت بھی ہوئی۔''

''محوبت.....!'' قاسم نے ٹھنڈی سانس لی۔ چند لمحے منہ چلاتا رہا پھر بولا۔ ''محبت تو

قسی سے نہیں ہوئی لیقن.....!''

''لیکن کیا.....؟''

''کچھ نہیں جانے دیجئے.....!''

''خیر.....نہیں بتانا چاہتے تو میں مجبور نہیں کروں گی..... میں تو دراصل اپنا شاہکار تخلیق کرنا چاہتی ہوں.....!''

''وہ قیا چیز ہے؟''

''تمہاری تصویر کھانا کھاتے ہوئے.....!''

''آپ مذاخ کررہی ہیں.....!'' قاسم نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

''اوہ یقین کرو..... میں تصویریں بناتی ہوں..... اچھا اگر تمہیں فرصت ہو تو چلو میرے ساتھ.....میں اسی وقت تمہیں اپنا اسٹوڈیو دکھاؤں گی۔''

''جرور.....جرور.....میں جرور چلوں غا.....اٹھئے.....!'' قاسم مضطربانہ انداز میں بولا۔

''کافی تو پیئو.....اطمینان سے چلیں گے.....میں اپنے گھر میں تنہا رہتی ہوں۔''

''ہائیں.....تنہا رہتی ہیں.....قیوں.....!''

''میرا اس دنیا میں کوئی نہیں.....!'' وہ پُر درد آواز میں بولی۔

''اُوہ..... میں آپ کے لئے کیا قروں.....!'' قاسم نے متاسفانہ انداز میں ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

''کچھ نہیں.....میرے لئے کوئی کچھ نہیں کرسکتا۔ میرے والدین ہی کچھ نہ کرسکے۔''

''آپ کے والدین کہاں ہیں؟''

''دوسری دنیا میں.....!''

''آپ کی شش.....شادی.....!''

''مجھے آج تک کوئی اس قدر پسند ہی نہیں آیا کہ اس سے شادی کرلیتی۔''

''مجھے افسوس ہے.....!'' قاسم نے ٹھنڈی سانس لی۔

وہ خاموش ہوکر کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لینے لگی تھی۔

دفعتاً قاسم کچھ بدبدانے لگا.....ساتھ ہی وہ خوفزدہ نظروں سے چاروں طرف دیکھتا

بھی جا رہا تھا۔

''کیوں کیا بات ہے.....؟'' قمی نے پوچھا۔

''قق.....قچھ نہیں.....وہ سس سالا.....!''

''کون.....کس کی بات کر رہے ہو.....!''

''قسی کی نہیں..... بب بس یہ سمجھ لیجئے.....کہ اگر کبھی کوئی مردود آپ کو میری طرف سے بہکانے کی کوشش کرے تو اس کو بالکل جھوٹا سمجھئے گا۔''

''کون بہکانے کی کوشش کرے گا۔''

''ہے ایک..... وہ جرور آ کودے گا ہمارے بیچ..... خدا اُسے غارت کرے..... دوست بنتا ہے سالا.....!''

''کوئی دوست ہے تمہارا.....!''

''جی ہاں..... ہے تو دوست ہی.....لیکن طرفداری کرتا ہے میری بیوی کی.....!''

''تو بیوی کا بھی دوست ہوگا.....!''

''گلا دبا دوں سالے کا اَگر یہ معلوم ہو جائے کہ بیوی قا بھی دوست ہے۔''

''تو وہ مجھے بہکانے کی کوشش کرے گا۔ اس لئے کہ تمہاری بیوی کا طرفدار ہے۔''

''ہاں ہاں یہی بات ہے۔''

''کیا نام ہے اس کا.....؟''

''حمید.....ساجد حمید.....!'' قاسم نے آگے جھک کر راز دارانہ لہجے میں کہا۔ ''محکمہ سراغ رسانی میں ہے.....قرنل فریدی والا حمید.....!''

''مجھے اس سے ضرور ملاؤ.....میں دیکھوں گی کہ وہ مجھے کیونکر بہکا سکتا ہے۔''

''ارے ہرگز نہیں ہرگز نہیں!'' قاسم منہ پیٹتا ہوا بولا۔ ''وہ بہکا دے گا کسی نہ کسی طرح۔''

''میں اتنے کچے کانوں کی نہیں ہوں.....اب تو ضرور ملاؤ اس سے۔''

''میں خود ہی اُلو کا پٹھا ہوں۔'' قاسم جھنجھلا گیا۔

''ارے.....ارے.....!''

''ٹھیک ہے.....میں خود ہی اپنی تقدیر پھوڑا کرتا ہوں۔''

''اچھا چلو اٹھو.....!''

وہ اس دوران میں بل کی قیمت ادا کر چکی تھی۔

دونوں ہال سے نکل کر کمپاؤنڈ میں آئے۔ قمی نے تجویز پیش کی تھی کہ قاسم اپنی گاڑی وہیں چھوڑ دے۔

''قوئی بات نہیں..... میں آپ کی گاڑی میں چلا چلوں گا.....!'' اس نے احمقانہ انداز میں ہنس کر کہا۔

قاسم شائد مسلسل حمید کے بارے میں سوچے جا رہا تھا۔ کیونکہ گاڑی میں بیٹھتے وقت وہ بڑبڑایا۔ ''اچھا بیٹا..... دیکھتا ہوں کیا قرلیتے ہو..... میں نے خود ہی بتا دیا۔''

''کیا مطلب..... میں نہیں سمجھی۔''

''ارے..... بس قیا بتاؤں..... جبان پر کابو نہیں ہے..... جو قچھ سوچتا ہوں جبان سے بھی نقل جاتا ہے۔''

گاڑی چل پڑی..... قاسم کو اُس نے پچھلی سیٹ پر بٹھایا تھا۔

یہ سفر دس منٹ بعد ختم ہوا تھا..... گاڑی ایک جگہ روکی گئی تھی عورت نے نیچے اُتر کر قاسم کے لئے دروازہ کھولا تھا۔

پھر وہ اس کے ساتھ ایک بڑے خوبصورت ہٹ میں داخل ہوا تھا۔

''یہ میرا اسٹوڈیو ہے.....!'' عورت بولی۔

''یہ تو..... یہ تو..... جنت ہے.....!''

''مجھے خوشی ہے کہ تمہیں پسند آیا..... اچھا تم..... یہ تصاویر دیکھو میں ابھی آئی۔''

''کہاں جا رہی ہیں آپ.....؟''

''ذرا گھر تک جاؤں گی.....!''

''گھر تک..... تو کیا.....!''

''یہ صرف اسٹوڈیو ہے..... یہاں رہتی نہیں ہوں.....!''

''تت..... تو میں یہاں بلقل اکیلا رہوں غا.....!''

''اُوہو..... تو کیا تم ڈرتے ہو.....!''

''ہرگز نہیں.....مم.....میں تو یونہی پوچھ رہا تھا۔''

''اچھا تو میں ابھی آئی۔''

وہ اسے ہٹ میں چھوڑ کر پھر اپنی گاڑی میں آ بیٹھی۔

اس کے بعد وہ تیزی سے اس عمارت میں پہنچی جہاں سے میک اپ کر کے آرلکچو گئی تھی۔ بہت جلدی میں معلوم ہوتی تھی۔

اس نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے اور ماؤتھ پیس میں بولی۔''فوراً یہاں آؤ۔''

اور ریسیور رکھ کر میز ہی کے قریب کھڑی کچھ سوچتی رہی۔

تھوڑی دیر بعد کسی نے باہر سے کال بل کا بٹن دبایا تھا اور عمارت کے کسی قریبی حصے میں گھنٹی کی آواز گونجی تھی۔

وہ تیز قدموں سے چلتی ہوئی صدر دروازے پر پہنچی اور ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا۔

پیٹر مچکوف مؤدبانہ انداز میں باہر کھڑا تھا۔

''اندر آ جاؤ.....!'' کہتی ہوئی وہ پیچھے ہٹ گئی۔

پیٹر مچکوف پہلے کسی قدر خم ہوا تھا پھر اس نے دروازے کے اندر قدم رکھا تھا۔

وہ اسی کمرے میں آئے جس سے کچھ دیر پہلے فون کیا گیا تھا۔عورت بیٹھ گئی لیکن اس نے پیٹر سے بیٹھنے کو نہ کہا۔

وہ مؤدبانہ انداز میں ہاتھ باندھے کھڑا رہا۔

''وہ موٹا آدمی اسٹوڈیو میں موجود ہے۔'' عورت نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

''تو پھر کیا حکم ہے مادام.....؟''

''یہ اُن دونوں سے بہت قریبی تعلقات رکھتا ہے.....میں چاہتی ہوں کہ اب اس پر تجربہ کیا جائے.....یہ میرا آخری حربہ ہوگا۔''

''مادام.....اس کے لئے چھ ماہ درکار ہوں گے۔''

''پرواہ مت کرو.....اور سنو میں اس کہانی سے مطمئن نہیں ہوں۔''

''کس کہانی سے مادام.....!''

''جنرل قادری والی کہانی.....!'' وہ پُرتفکر لہجے میں بولی۔''بہرحال موٹے آدمی کو قابو

میں رکھنا ہے.....اس سلسلے میں وُنہی ہمارے کام آ سکے گا۔''

''بہت بہتر مادام.....!''

''کوئی نئی اطلاع.....؟''

''اس جھیل کو نیوی کے حوالے کر دیا گیا ہے۔ وہ لوگ بڑی تیزی سے اُس کے گرد سڑک تعمیر کر رہے ہیں۔ ایسا انتظام ہو رہا ہے کہ وہاں پرندہ بھی پر نہ مار سکے۔''

عورت زہریلے انداز میں ہنسی.....لیکن کچھ بولی نہیں۔

''اور ہاں مادام ایک اطلاع اور بھی ہے.....!''

''کیا ہے.....؟ رک رک کر باتیں نہ کیا کرو.....!'' وہ جھنجھلا گئی۔

''فریدی کی کوٹھی ملٹری کے نرغے میں ہے۔ اس کا اسسٹنٹ بھی غائب ہو گیا۔''

''ان فضولیات میں نہ پڑو۔''

''لیکن مادام.....!''

''خاموش رہو.....اور سنو.....!'' وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ ''میڈونا کو یہاں بھیج دو..... اب وہ میرا رول ادا کرے گی.....وہ میری ہی طرح روانی سے اردو بول سکتی ہے۔''

پھر اس نے پیٹر مچکوف کو بتانا شروع کیا کہ موٹے آدمی کو وہ کس طرح راہ پر لائی ہے۔

''لیکن یہ سب کیوں مادام.....؟'' مچکوف نے اُس کے خاموش ہوتے ہی پوچھا۔

''مجھے یقین ہے کہ اُن دونوں میں سے کسی نے بھی قاسم کے ساتھ کسی اجنبی عورت کو دیکھا تو وہ اس کا تعاقب شروع کر دے گا۔ اس کے علاوہ میری دانست میں فی الحال ان پر ہاتھ ڈالنے کی اور کوئی تدبیر نہیں..... پہلے میری اسکیم کچھ اور تھی لیکن اب میں اس لائن پر کام کروں گی.....پچھلی اسکیم والے تجربے میں یہ آدمی ضائع ہو جائے گا۔''

''میں نہیں سمجھا.....!''

''ذہنی طور پر ہمارے کام کا نہیں رہے گا..... بہت مالدار آدمی ہے۔ ہوسکتا ہے ہمیں مالی ضرورت بھی پیش آئے۔''

''مناسب ہے مادام.....!''

''بس جاؤ اور میڈونا کو بھیج دو۔''

پیٹر مجکوف چلا گیا اور پندرہ یا بیس منٹ بعد ایک لڑکی اس کمرے میں داخل ہوئی جو اسی عورت کا سا قد و قامت اور جسامت رکھتی تھی۔ چہرے کی بناوٹ بھی ایسی ہی تھی کہ اس کا میک اپ بہ آسانی ہوسکتا۔

وہ اُسے ہدایات دیتی رہی اور وہ اُسے بغور سنتی رہی پھر کچھ دیر کے لئے خاموشی طاری ہوگئی۔ لڑکی کسی گہری سوچ میں تھی۔

''کیا تو میری بات نہیں سمجھ سکی.....!'' عورت نے پوچھا۔

''میں سمجھ گئی مادام.....لیکن آپ کی سی مترنم آواز کہاں سے لاؤں گی۔''

''تو اسکی فکر نہ کر.....وہ بالکل گاؤدی ہے۔ تیری آواز کی طرف دھیان بھی نہ دے گا۔''

فرشتی

قاسم نے کئی بار وہاں کی تصاویر دیکھیں اور مسلسل بور ہوتا رہا۔ اُسے بھلا تصاویر سے کیا دلچسپی ہوسکتی تھی۔ وہ تو اس نعمت غیر مترقبہ کے لئے یہاں چلا آیا تھا۔ وہ جو خود بخود اس پر مہربان ہوگئی تھی۔

تصاویر سے الجھن بڑھی تو ان کی طرف سے ذہن ہٹانے کی کوشش کرنے لگا۔ ایسے مواقع پر وہ عموماً بہ آواز بلند سوچنے لگتا تھا۔

''میں واقعی اکلمند ہوتا جارہا ہوں.....وہ بیٹا مجھے اسی کی دھمکی تو دیا کرتے تھے کہ جاکر اپنی آپا جان سے جڑ دیں گے۔ اب آکر جڑیں.....میں نے تو جڑ ہی کاٹ دی..... خود ہی بتا دیا کہ میں شادی شدہ ہوں..... ہاہاہا.....اور وہ بھی ایسی عاشق ہوئی ہے کہ کچھ پرواہ نہیں.....واہ رے الا میاں.....تھینک یو.....لیکن اب تک پلٹی کیوں نہیں..... یہ بڑی اچھی بات ہے کہ اس کے ماں باپ نہیں ورنہ سالے گھپلا قرد یتے.....لونڈیوں کے ماں باپ تو ہونے ہی نہ چاہئیں.....اور میرا بھی نہ ہوتا تو کتنا اچھا تھا.....!''

پھر وہ خاموش ہوگیا۔ اب وہ سوچ رہا تھا کہ کیوں نہ صدر دروازے کے قریب رہ کر

اس کا انتظار کرے۔

تقریباً آدھا گھنٹہ گزر گیا لیکن وہ واپس نہ آئی اور قاسم نے سوچنا شروع کیا کہ کہیں کوئی گھپلا نہ ہو۔لیکن ٹھیک اسی وقت باہر سے کسی گاڑی کے رکنے کی آواز آئی اور وہ دروازہ کھول کر برآمدے میں نکل آیا۔

تاروں کی چھاؤں میں اس نے کسی کو گاڑی سے اترتے دیکھا۔ وہ خراماں خراماں چلی آرہی تھی۔ دل بہت زور سے دھڑکا۔

برآمدے میں پہنچ کر وہ ٹھٹکی ہی تھی کہ قاسم بول پڑا۔''میں ہوں۔''

''اوہ.....اندر چلئے۔''

قاسم بوکھلائے ہوئے انداز میں مڑا تھا اور پھر تصاویر والے کمرے میں پہنچ کر ہی دم لیا تھا۔

اس بار وہ ساری کی بجائے جین اور جیکٹ میں آئی تھی۔ قاسم اسے دیکھتا ہی رہ گیا۔

''آپ کی گاڑی یہیں منگوائے لیتی ہوں.....کنجی دے دیجئے۔''

''جرور.....جرور یہ لیجئے۔'' قاسم نے جیب سے اگنیشن کی نکال کر اس کے حوالے کی۔

پھر شائد وہ کنجی کسی اور کے سپرد کرنے باہر گئی تھی اور فوراً ہی واپس آ گئی تھی۔

''یہ جگہ پسند آئی۔'' اس نے قاسم سے پوچھا۔

''بڑی خوبصورت جگہ ہے۔ واہ واہ.....!''

''کیا آپ یہاں ہمیشہ رہنا پسند کریں گے۔''

''قیوں نہیں.....لیکن میری ایسی قسمت کہاں؟''

''کیوں؟ کیا آپ میری چیز کو اپنی نہیں سمجھتے؟'' وہ لگاوٹ کے ساتھ بولی۔

''یہ بات نہیں.....!'' قاسم کا دل بھر آیا۔

''پھر کیوں کہی تھی یہ بات۔''

''کچھ نہیں.....آپ فکر نہ کیجئے میں جب بہت خوش ہوتا ہوں تو رونے لگتا ہوں۔''

''یہ تو فلسفیانہ حرکت ہوئی۔''

''بس ہو جاتی ہے.....میں محوبت کا بھوخا ہوں۔''

''بھوخا.....!'' کہتے وقت اسے اچانک محسوس ہوا جیسے اُسے پھر بھوک لگ رہی ہو۔ یہ

تو بہت بُرا ہوا۔ یہ کیا سوچے گی۔ پھر خیال آیا کہ وہ اس کے کھانے ہی کی ادا پر تو عاشق ہوئی تھی اور اسکی ایک ایسی تصویر بنانا چاہتی تھی جس میں وہ کھانا کھا رہا ہو۔ بس کھانے کے خیال پر جو ذہنی رو بہکی تو یہ بھی بھول گیا کہ پہلے کیا باتیں کرتا رہا تھا۔ لہٰذا دو چار بار منہ چلا کر بولا۔

''منگوایئے کھانا اور میری تصویر بنانا شروع کر دیجئے۔''

''ایسی بھی کیا جلدی.....ابھی تو ہم میل محبت بڑھائیں گے۔''

''بڑھایئے۔'' وہ مردہ سی آواز میں بولا اور دفعتاً بہت زیادہ مضمحل نظر آنے لگا۔

''کیوں.....کیا بات ہے۔'' وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔ ''یک بیک آپ مرجھا کیوں گئے۔''

''بھوخ لگ رہی ہے۔''

''اوہو.....کچھ ہی دیر پہلے تو اتنا کھا چکے ہو۔''

اس ریمارک پر قاسم بھنا گیا اور تڑ سے بولا۔ ''دیکھئے اگر مجھ سے محبت کرنی ہے تو میرے کھانے وانے میں گھپلا کرنے کی کوشش نہ کیجئے غا۔''

''اچھا سرکار غلطی ہوئی معاف کر دیجئے..... یہاں کھانے کے لئے کچھ نہیں۔ آپ کی گاڑی آجائے تو پھر کہیں چلتے ہیں۔''

''آپ کو میری یہ بات بُری تو نہیں لگی۔'' قاسم نے بوکھلا کر پوچھا۔ پہلے وہ یونہی رو میں بولتا چلا گیا تھا۔

''بالکل نہیں۔''

قاسم نے معاملے کو مزید ''برابر'' کرنے کے لئے کہا۔ ''میری بیوی میرے کھانے پینے سے جلتی ہے۔''

''تب تو واقعی وہ آپ سے محبت نہیں کرتی..... مجھے تو بے تحاشہ کھانے والے مرد بہت اچھے لگتے ہیں۔''

''سچ کہتا ہوں آپ فرشتی ہیں.....!'' قاسم نے کہا اور سوچنے لگا۔ شائد وہ غلط بول گیا ہے لیکن عورت فرشتہ کیونکر ہوسکتی ہے۔ فرشتہ کی مادہ فرشتی تو کہلائے گی.....اوہ سب چلتا ہے؟''

''آپ میری معلومات میں اضافہ کر رہے ہیں.....فرشتہ کی تانیث میرے علم میں نہیں تھی۔''

''نہیں بھی ہے تو ہونی چاہئے.....پھر عورت کو کیا کہیں گے.....؟''

''عورت کو عورت کے علاوہ اور کچھ کہنا ہی نہ چاہئے۔''

''جی اچھا.....!'' قاسم بڑی معصومیت کے ساتھ بولا۔''اب نہیں قہوں غا.....!''

''آپ واقعی بہت پیارے ہیں۔''اس نے کہا اور قاسم شرما کر اپنے کوٹ کا دامن مسلنے لگا۔

پھر خاموشی چھا گئی۔ قاسم کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس قسم کی گفتگو کرے۔

دفعتاً وہ خود ہی بولی۔''کیا آپ کو اپنی بیوی اچھی نہیں لگتی۔''

''زہر لگتی ہے وہ آفت کی پڑیا۔''

''اتنی ناپسند تھی تو شادی ہی کیوں کی تھی آپ نے۔''

''لو اور سنو..... میں نے کی تھی۔''

''پھر.....؟''

''ارے میرے جالم باپ نے کی تھی۔ آپ بہت اچھی ہیں کہ آپ کے باپ نہیں ہے۔''

''جی ہاں.....!'' وہ ہنس پڑی۔

''اوہو..... توبہ..... میں نے قیا قہہ دیا۔''

''کوئی بات نہیں..... میں بھی آپ ہی کی طرح بہت زیادہ آزاد خیال ہوں.....!''

اس نے کہا اور پھر دروازے کی طرف بڑھتی چلی گئی۔

قاسم نے بھی ساتھ جانا چاہا تھا..... لیکن اس نے مڑ کر اُسے وہیں رکنے کا اشارہ کیا اور کمرے سے چلی گئی۔

''قیا مصیبت ہے۔'' قاسم بڑبڑایا۔''یہ آخر چاہتی کیا ہے۔''

وہ جلد ہی پلٹ آئی اور مسکرا کر بولی۔''آپ کی گاڑی آ گئی۔''

''ہوں..... اچھا..... ایک بات کہوں..... آپ کو بُرا تو نہیں لگے گا۔''

''کہئے..... بُرا لگے گا بھی تو میں اسے اچھا ہی محسوس کرنے کی کوشش کروں گی۔''

''آپ اتنی انگریز انگریزسی کیوں لگتی ہیں؟''

''اوہو..... میں بہت زیادہ رہی ہوں انگلستان میں..... میرے ڈیڈی وہاں تجارت کرتے تھے۔''

''اور ایک بات اور..... میں آپ کو قمی نہیں کہنا چاہتا۔''

''کیوں..... بھلا یہ کیا بات ہوئی؟''

''وہ دراصل میں قیمے کی تلی گولیوں کو قتی کہتا ہوں۔'' قاسم نے کہا اور کسی ندیدے بچے کی طرح منہ چلانے لگا۔

''اوہو..... آپ بھوکے ہیں..... میں تو بھول ہی گئی تھی۔ چلئے کہیں چلتے ہیں!''

''جرور..... جرور.....!'' قاسم اس سے پہلے ہی دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

کچھ دیر بعد وہ اپنی امپالا ڈرائیو کر رہا تھا اور لڑکی اس کے قریب ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ قاسم سوچ رہا تھا کہ اب دیکھنے والے دیکھ کر جلیں گے۔ ہائے جین اور جیکٹ میں کیسی لگ رہی ہے۔ خدا کرے وہ بیٹا بھی کہیں مل جائے تو مزہ آ جائے..... اب میرا کیا بگاڑ سکیں گے..... ایسا جلاؤں ایسا جلاؤں کہ بس.....!

''ہاں تو آپ کو میرا نام پسند نہیں۔'' لڑکی بولی۔ ''تو آپ ہی کوئی نام دے دیجئے۔''

''میں آپ کو نوشابہ کہنا چاہتا ہوں..... بڑا انگڑا نام ہے۔''

''ضرور کہئے..... لیکن ہم کہاں جا رہے ہیں؟''

''نیاگرہ..... بڑی شاندار جگہ ہے۔''

''مجھے بہت پسند ہے..... آپ کا ٹیسٹ لاجواب ہے۔''

''ہی ہی ہی ہی..... ارے میں قیا.....!''

امپالا تیز رفتاری سے راستہ طے کرتی رہی۔

حمید چھپتا پھر رہا تھا اور یہ کوئی ایسا دشوار مسئلہ بھی نہیں تھا کہ اُسے کسی قسم کی الجھن کا سامنا کرنا پڑتا..... فریدی کی کئی ایسی کمین گاہیں تھیں جن کا علم ان دونوں کے علاوہ اور کسی کو نہیں تھا۔ الجھن صرف ایک تھی..... وہ یہ کہ ابھی تک خود اسے فریدی کا سراغ نہیں مل سکا

تھا۔ بہت ہی مخصوص نمبروں پر بھی فون کر کے دیکھ چکا تھا لیکن ناکامی ہی ہوئی تھی۔

اس وقت وہ چیتھم روڈ کی اصفہانی ولا کے ایک شاندار فلیٹ میں مقیم تھا اور یہاں پیٹ بھرنے کے علاوہ اور ہر قسم کی آسائشیں میسر تھیں..... لہٰذا پیٹ بھرنے کیلئے باہر نکلنا پڑا..... حالات ایسے تھے کہ ریڈی میڈ میک اپ سے کام نہ چلتا..... کچھ دیر آئینے کے سامنے محنت کرنی پڑی۔ اس کے بعد وہ سوچنے لگا کہ دن بھر کی کوفت اور بوریت کہاں دور کی جائے۔

سوچتے سوچتے نیاگرا کی ٹھہری..... یہ جگہ شہر سے دور تھی اس لئے وہاں وہ اطمینان سے وقت گزار سکتا تھا۔ اصفہانی ولا کے گیراج میں ان کی ایک جیپ بھی رہتی تھی۔

حمید نے کنجی جیب سے نکالی اور نیاگرا کی طرف روانہ ہوگیا۔

رات بڑی خوشگوار تھی..... تھوڑی ہی دیر بعد وہ شہر کے باہر کھلی ہوا میں پہنچ گیا۔

دن بھر کی کوفت کے متعلق وہ اب کچھ سوچنا ہی نہیں چاہتا تھا۔ جیپ تیز رفتاری سے نیاگرا والی سڑک پر دوڑتی رہی۔

نیاگرا پہنچ کر گاڑیوں کی تعداد سے اس نے اندازہ لگایا کہ اندر بہت بھیڑ ہوگی۔

ڈائننگ ہال میں آیا..... کوئی میز خالی نہ دکھائی دی۔ وہ کاؤنٹر کے قریب ہی رک گیا تھا۔

اتنے میں کچھ اور لوگ بھی اسی کے قریب آ کھڑے ہوئے۔ تیز قسم کی خوشبو حمید کا ذہن سہلا گئی۔ اس نے بائیں جانب دیکھا اور دم بخود رہ گیا..... وہ ایسی ہی دلکش لڑکی تھی۔ جین اور جیکٹ میں اور بھی دلکش معلوم ہو رہی تھی۔ لیکن..... لیکن..... یہ قاسم..... اس کے برابر ہی قاسم نظر آیا اور وہ ہنس ہنس کر اس سے باتیں کر رہی تھی..... دل میں سانپ لوٹ گیا۔ لیکن مل بیٹھنے کی کیا صورت ہوگی۔ اس نے سوچا وہ تو میک اپ میں ہے..... دفعتاً قاسم نے لڑکی سے کہا۔ ''یہاں تو ساری میزیں گھری ہوئی ہیں..... چلئے قہیں اور چلیں۔''

''کہیں اور چلنے میں بہت وقت صرف ہوگا..... چلئے ریکریئیشن ہال میں چلیں۔''

حمید تیزی سے ریکریئیشن ہال کی طرف جھپٹا..... عجیب اتفاق تھا کہ جس گیلری میں وہ داخل ہوا تھا اور اُن کے بھی وہیں آنے کی توقع کی جاسکتی تھی۔ اس میں صرف ایک ہی میز خالی نظر آئی..... حمید تیزی سے اس کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ قریب پہنچا لیکن بیٹھا نہیں بلکہ دیوار سے لگ کر کھڑا ہوگیا۔

وہ دونوں بھی اسی گیلری میں داخل ہوئے اور انہوں نے بھی اُسی میز کو تاڑا۔

اب وہ آہستہ آہستہ ٹہلتے ہوئے اس میز کی طرف بڑھ رہے تھے۔ جیسے ہی قریب پہنچے حمید نے بڑی پھرتی سے اس پر قبضہ جمالیا۔

''ارے رے..... اَغے.....!'' قاسم آنکھیں نکال کر ہکلایا۔ لڑکی کے چہرے پر شرمندگی کے آثار نظر آئے۔

حمید دوسری طرف متوجہ ہوگیا تھا۔ لڑکی نے مڑنا چاہا لیکن قاسم اس کا بازو پکڑ کر روکتا ہوا بولا۔ ''ٹھہریئے..... پہلے ہم نے دیکھا تھا۔''

''نہیں..... نہیں..... کہیں اور دیکھتے ہیں۔'' لڑکی بولی اور حمید چونکنے کی ایکٹنگ کرتا ہوا ان کی طرف متوجہ ہوگیا۔

''جناب! ہم آرہے تھے یہاں.....!'' قاسم آنکھیں نکال کر بولا۔

''تو تشریف رکھئے.....!'' حمید نے اٹھ کر بڑی شائستگی سے کہا۔

''نہیں شکریہ.....!'' لڑکی بولی۔

''اگر آپ تنہا بیٹھنا چاہیں تو میں یہ میز چھوڑ بھی سکتا ہوں..... ویسے دوسری گیلری میں بھی کوئی میز خالی نہیں ہے..... میں نے شام ہی سے ریزرو کرائی تھی۔''

''کیا خیال ہے.....!'' لڑکی نے قاسم سے پوچھا۔

''ہم اکیلے بیٹھیں گے۔''

''یہ بُری بات ہے ڈیئر..... یہ بہت اچھے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔''

''انہیں آدمی کون کہے گا.....!'' قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا کیونکہ حمید اس میک اپ میں بڑا اسمارٹ لگ رہا تھا۔

''جانور ہی سمجھ کر میری دعوت قبول کر لیجئے جناب۔ ورنہ میں تو میز چھوڑنے پر بھی تیار ہوں۔''

''چلو بیٹھ جاؤ.....!'' لڑکی نے قاسم کا ہاتھ پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ ''ایک شریف آدمی ہم سے استدعا کر رہا ہے۔''

''شریف.....!'' قاسم نے بُرا سا منہ بنا کر حمید کو گھورتے ہوئے زہریلے لہجے میں کہا اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا۔ لڑکی اس کے برابر بیٹھی تھی اور پھر حمید بھی بیٹھ گیا تھا۔

آرکسٹرا مدھم سروں میں ساز بجا رہا تھا۔ ابھی رقص کے لئے موسیقی نہیں شروع ہوئی تھی۔ ہوسکتا تھا کہ اس سے قبل کچھ راؤنڈ ہو چکے ہوں۔

ان کے بیٹھ جانے کے بعد حمید نے ان سے بے تعلقی کا مظاہرہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ دوسری طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے وہ کوئی غیر ملکی زبان بول رہے ہوں۔ ان کی زبانوں سے نکلے ہوئے الفاظ اس کے لئے کوئی معنی ہی نہ رکھتے ہوں۔''

دفعتاً لڑکی نے اُسے مخاطب کر کے کہا۔ ''کیا آپ ہماری دعوت قبول کریں گے۔''

''جیسی آپ کی مرضی! میں تو بے عذر آدمی ہوں۔'' حمید نے مسکرا کر بڑی شائستگی سے کہا۔ پھر اس نے کنکھیوں سے قاسم کی طرف دیکھا جو اسے جلے کٹے انداز میں مسلسل گھورے جا رہا تھا۔ اس کے جواب پر وہ ہونٹوں ہی ہونٹوں میں کچھ بڑبڑانے بھی لگا تھا۔

''تم کیا کھاؤ گے ڈیئر.....!'' لڑکی نے قاسم سے پوچھا۔

''جوہل جائے.....!'' قاسم نے بھرائی ہوئی آواز میں جواب دیا۔

''ملنے کو تو یہاں ہاتھی کے سری پائے بھی مل سکتے ہیں۔'' حمید بولا۔

''جی قیا پھر مایا.... ہاتھی کے سری پائے؟ تو گویا میں ہاتھی کے سری پائے کھاؤں غا!''

حمید سنی ان سنی کر کے لڑکی سے بولا۔ ''پچھلے سال میں نے قاہرہ میں اونٹ کے سری پائے کھائے تھے۔''

''اُمے جاؤ..... مچھروں کے سے ہاتھ پاؤں لئے پھرتے ہو..... اونٹ کے سری پائے کھائے تھے..... ہونہہ.....!''

''آپ کبھی قاہرہ گئی ہیں.....!'' حمید نے پھر اُسے نظر انداز کر کے لڑکی سے پوچھا۔

''کیوں ڈیئر..... ہم تم پچھلے ہی سال تو قاہرہ گئے تھے۔'' اُس نے قاسم سے پوچھا۔

''بلقل بلقل..... اور ہمیں کہیں بھی اونٹ کے سری پائے نہیں ملے تھے۔ یہ آدمی جھوٹا ہے۔'' قاسم نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ کہا۔

''ہمیں کسی کی دل آزاری نہ کرنی چاہئے ڈیئر.....!''

''کھیر جیسے تمہاری مرضی۔ میں نہیں بولوں غا.....!''

''آپ ضرور بولئے جناب آپ کا بولنا کانوں کو آوازوں کا سرکس محسوس ہوتا ہے۔''

حمید نے مسکرا کر کہا۔

''قیا مطلب ہوا اس بات کا.....!'' قاسم نے آنکھیں نکالیں۔

''ڈیئر ان باتوں میں الجھنے سے بہتر یہ ہوگا کہ تم کاؤنٹر پر جا کر آرڈر لکھوا آؤ..... میز نمبر کا حوالہ دے دینا..... پتہ نہیں کیوں دور دور تک کوئی ویٹر نہیں دکھائی دیتا.....!'' لڑکی نے قاسم سے کہا۔

قاسم کا حلیہ پھر بگڑ گیا..... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اُسے لڑکی کا مشورہ گراں گزرا ہو۔

''جی ہاں یہ تو ہے۔'' حمید بولا۔ ''ریکریئشن ہال میں کھانا طلب کرنے کے لئے کاؤنٹر ہی پر آرڈر درج کرانا پڑتا ہے..... یہاں ویٹر صرف مشروبات کے آرڈر لیتے ہیں۔''

''ہم مشروبات ہی کھالیں گے۔'' قاسم اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''مشروبات سے مراد پینے کی چیزیں ہیں۔'' حمید نے بڑی شائستگی سے کہا۔

''بڑے قابل کی دُم نہ بنو! ہم نے بھی گھاس نہیں کھودی۔ ہاں.....!''

''تم جھگڑتے ہو..... میں جا رہی ہوں۔'' لڑکی اٹھتی ہوئی بولی۔

''قہاں.....؟''

''آرڈر بک کرانے.....!''

''ٹھیک ہے.....!'' قاسم نے پراطمینان لہجے میں کہا۔ لڑکی اٹھ کر چلی گئی اور قاسم نے پھر حمید کو گھورنا شروع کر دیا۔

''آپ مجھ سے کچھ ناراض معلوم ہوتے ہیں جناب۔'' حمید مسمسی صورت بنا کر بولا۔

''اَے تم خدائی فوجدار ہو! خامخواہ سر پر سوار ہو گئے۔ جان نہ پہچان خالا جان.....!''

''آپ کچھ بھول رہے ہیں۔''

''ٹھینگے سے..... تم خاموش رہو۔''

دفعتاً کوئی سخت سی چیز حمید کے بائیں پہلو میں چبھی اور وہ بیساختہ چونک کر مڑا..... ایک آدمی اس سے لگا کھڑا تھا اور اس کی آنکھوں میں دیکھے جا رہا تھا۔

''خاموشی سے اٹھ چلو.....!'' اُس نے آہستہ سے کہا۔ ''میری پینٹ کی جیب میں ریوالور ہے۔''

اس کا داہنا ہاتھ پتلون کی جیب میں تھا..... اور حمید کے پہلو میں چبھنے والی چیز ریوالور کی نال ہی ہوسکتی تھی۔

حمید خاموشی سے اٹھ گیا۔ وہ دونوں نکاسی کے دروازے کی طرف بڑھے اور اجنبی بولا۔

''ریوالور بے آواز ہے..... اور میں جیب سے بھی صحیح نشانہ لے سکتا ہوں..... لہٰذا چپ چاپ چلتے رہو۔''

اسی طرح چلتے ہوئے وہ عمارت سے باہر نکل آئے..... اب اجنبی حمید کو پارکنگ شیڈ کی طرف لے جا رہا تھا۔

سیکڑوں روپ

کیپٹن حمید کو فوری طور پر سوچنا پڑا..... عالیہ نریمان اچھی طرح واقف تھی کہ اس کے اور قاسم کے درمیان اس نوعیت کی چھیڑ چھاڑ جاری ہی رہتی تھی۔ وہ عالیہ نریمان جس کی تصویر دیکھ کر فریدی نے پچھلے سارے معاملات کی اہمیت ہی سے انکار کر دیا تھا..... ہر چند کہ اس نے اُسے اس پرانی شناسائی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا..... لیکن یہ ضرور کہتا رہا تھا کہ اب تک جو کچھ ہوا ہے اس پر یقین نہ رکھنا چاہئے۔

حمید پوری پوری ہوشیاری سے چل رہا تھا۔ اجنبی پر تو ظاہر کر رہا تھا کہ جیسے وہ اُس سے خائف ہو..... لیکن حقیقتاً اس تاک میں تھا کہ اُسے ذرا سا بھی غافل پائے اور حملہ کر بیٹھے..... اس نے ایک گاڑی کے قریب رکنے کو کہا..... اور بولا۔ ''چالاک بننے کی کوشش کرو گے تو فائر کر دوں گا..... خاموشی سے بیٹھ جاؤ..... ڈرائیو بھی تم ہی کرو گے۔''

بڑی عجیب سچویشن تھی..... ہنگامہ برپا کرتا تو خود اس کے بھی دھر لئے جانے کے امکانات تھے۔ فریدی سے ابھی تک ملاقات نہیں ہوئی تھی کہ آئندہ کیلئے راہ عمل کا تعین ہوسکتا۔

وہ دانت پیستا ہوا اسٹیئرنگ کے سامنے بیٹھ گیا..... کنجی اگنیشن میں موجود تھی۔ اس نے فوراً ہی انجن اسٹارٹ کر دیا..... مقصد یہ تھا کہ وہ اس آدمی کو گاڑی میں نہ بیٹھنے دے..... لیکن وہ تو گیئر بدلنے سے پہلے ہی پچھلا دروازہ کھول کر اندر بیٹھ گیا تھا۔

''ایک بار پھر آگاہ کر رہا ہوں کہ تیزی دکھانے کی کوشش مت کرنا۔'' وہ پچھلی سیٹ سے غرایا۔

''کان نہ کھاؤ.....!'' حمید جھلا کر بولا۔ ''تم پتہ نہیں کون ہو..... اور کیا چاہتے ہو۔''

''یقین کرو! میں تمہیں کوئی شریف آدمی نہیں سمجھتا۔'' پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔ ''صاف ظاہر ہوتا ہے کہ تم پہلے بھی ایسے حالات سے گزر چکے ہو۔ کوئی سیدھا سادھا آدمی سمجھ ہی نہیں سکتا کہ پتلون کی جیب سے استعمال کیا جانے والا ریوالور کیا ہوتا ہے۔''

''سمجھا..... تم پنٹو کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔'' حمید نے پہلے کئی بار کا آزمایا ہوا نسخہ یہاں بھی آزمانے کی کوشش کی۔

''اچھا تو پھر.....؟''

''لیکن پنٹو کو معلوم ہونا چاہئے کہ اب میرا رستم جی سے کوئی تعلق نہیں۔ پچھلے دنوں اس کا جو سونا کسٹم والوں نے پکڑا ہے اسکے سلسلے میں اس نے مجھ پر اور شکور پر الزامات عائد کئے تھے۔''

''میں سن رہا ہوں..... تم گاڑی بیک کر کے شیڈ سے نکالو.....!''

''نکال رہا ہوں اور اب میں تم سے ذرہ برابر بھی خائف نہیں ہوں۔ میں خود ہی پنٹو سے ملنا چاہتا تھا۔ رستم جی کے خلاف میرے سینے میں لاوا اُبل رہا ہے۔''

''کیوں..... آخر کیا بات ہوگئی..... ہاں..... گیٹ سے نکال کر بائیں جانب چل پڑو۔''

حمید نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ہوئے اسے دل ہی دل میں ایک گندی سی گالی دی اور بتائی ہوئی راہ پر گاڑی کو لگاتا ہوا بولا۔ ''میں بیان نہیں کر سکتا کہ رستم جی کتنا بڑا سوّر ہے..... چار سال پہلے کی بات ہے کہ ہم دونوں ہی فٹ پاتھوں پر راتیں گزارا کرتے تھے..... اور آج وہ مجھے کتوں سے بھی بدتر سمجھتا ہے..... اپنے ہتھکنڈوں سے وہ سارے ہی دوستوں کا آقا بن بیٹھا..... کتا..... تھو..... اب میں پنٹو کو بتا سکتا ہوں کہ رستم جی معاہدوں کے باوجود بھی اس کے خلاف کیا کچھ نہیں کرتا رہا.....!''

''اگلے چوراہے سے داہنی جانب موڑ لینا.....!'' پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔

حمید اس بار بلند آواز میں اُسے گالی دیتے دیتے رہ گیا۔ چوراہے سے گزر کر اس نے بتائی ہوئی سڑک پر گاڑی موڑ دی۔

''بولتے رہو.....تم خاموش کیوں ہو گئے۔!'' پچھلی سیٹ سے آواز آئی۔

''بس تم مجھے پنٹو کے سامنے پیش کرو.....وہیں باتیں ہوں گی۔''

''اچھی بات ہے.....!'' پچھلی سیٹ سے آواز آئی اور حمید نے محسوس کیا کہ وہ سڑک اُسے ساحل سمندر کی طرف لے جا رہی ہے۔

''ذرا تیز چلو.....!'' اجنبی نے کچھ دیر بعد کہا۔

سڑک سنسان تھی۔ حمید نے ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔ کسی طرح کچھ کر گزرنے کا موقع نہیں مل رہا تھا۔ کچھ دیر بعد اس نے اونچی آواز میں کہا۔

''میں پیشاب کروں گا۔''

''واقعی جیالے ہو..... بہت دیر بعد ضرورت محسوس کی۔'' پشت سے طنزیہ ہنسی کے ساتھ کہا گیا۔

''اچھی بات ہے۔'' حمید بھنا کر بولا۔''میں گاڑی روک رہا ہوں تم فائر کر دو۔''

''تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں فائر نہیں کروں گا.....کیا ہاتھا پائی کرنا چاہتے ہو۔''

''کچھ بھی ہو.....!'' حمید نے رفتار کم کر کے بریک لگائے اور انجن بند کر دیا۔

''اور اب شولڈر ہولسٹر سے ریوالور نکال لو.....!'' اجنبی مضحکہ اڑانے والے لہجے میں بولا اور اُس نے اندر کی لائٹ کا سوئچ آن کر دیا۔

وہ بڑے اطمینان سے خالی ہاتھ بیٹھا تھا۔

اب حمید نے اس کا بالتفصیل جائزہ لیا۔

اس کی پیشانی پر زخم کا گہرا نشان تھا..... چہرے سے بے پناہ توانائی ظاہر ہوتی تھی۔ شانے چوڑے تھے۔ گھنی بھنوؤں کے نیچے سرخ سرخ آنکھیں خوفناک لگتی تھیں۔ وہ اسے گھورے جا رہا تھا اور حمید کو ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کے جسم میں جان ہی نہ رہی ہو۔

''بولو.....کیا ارادہ ہے.....!'' اجنبی غرایا۔

''تت.....تم مجھے کہاں لے جا رہے ہو۔''

''اچھا تو سنو.....! تم مادام اولیویا نارمن کے قیدی ہو۔''

''میں کسی اولیویا نارمن کو نہیں جانتا۔'' حمید نے متحیرانہ لہجہ اختیار کرنے کی کوشش کی۔

''لیکن وہ تمہیں جانتی ہے۔'' اجنبی نے کہا اور جیب سے کوئی چیز نکال کر اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔ ''یہ دیکھو..... یہ ہے اُس کا ثبوت۔''

حمید غیر ارادی طور پر آگے جھکا اور اجنبی کا بڑھا ہوا ہاتھ اس کی ناک سے ٹکرا گیا۔

پھر تو ایسا محسوس ہوا جیسے اس نے اس کی ناک میں مرچوں کا باریک سفوف جھونک دیا ہو۔

کھوپڑی جل اٹھی اور سینے میں آگ سی لگ گئی۔ پھر اس کا دم گھٹنے لگا۔

اس کے بعد کا اُسے ہوش ہی نہیں کہ پھر کیا ہوا تھا۔ دوبارہ آنکھ کھلی تو خود کو ساحل سمندر پر پڑا پایا..... چاروں طرف دھوپ پھیلی ہوئی تھی لیکن سورج نکلے دیر نہیں ہوئی تھی۔

وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور کپڑوں سے ریت جھاڑنے لگا۔

اس کے بائیں طرف تھوڑے ہی فاصلے پر ایک بوڑھا آدمی اپنی چھتری ریت میں گاڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ لباس سے ذی حیثیت معلوم ہوتا تھا۔ حمید اس کی طرف بڑھا۔

بوڑھے نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا اور پھر چھتری پر زور صرف کرنے لگا تھا۔

''کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟'' حمید نے اونچی آواز میں اُسے مخاطب کیا۔

اس نے پھر سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا اور انگریزی مین بولا۔ ''تم کیا کہہ رہے ہو میں نہیں سمجھ سکتا۔''

اب اس نے غور کیا۔ بوڑھے کی آنکھیں کرنجی تھیں اور وہ کسی سفید فام نسل سے تعلق رکھتا تھا۔

''تم کون ہو.....؟'' حمید نے اس بار اسی کی زبان استعمال کی۔

''میں آدمی ہوں.....!''

''لیکن یہ کیا حرکت ہے؟''

''ورزش کر رہا ہوں..... تم کون ہو..... یہاں کیوں پڑے سو رہے تھے۔ میرے جھونپڑے میں چلے آئے ہوتے۔''

''اب چلا چلوں گا.....میری نیند ابھی پوری نہیں ہوئی۔ اس جگہ کا کیا نام ہے۔''

''پانچ سال سے میں یہاں مقیم ہوں لیکن میں بھی نہیں جانتا۔''

''شہر یہاں سے کتنی دور ہے۔''

''کس شہر کی بات کر رہے ہو؟''

حمید نے اُسے گھور کر دیکھا اور اس کے دوبارہ استفسار پر شہر کا نام لیا۔ وہ ہنسنے لگا اور بولا۔''اب ملک کا نام بھی بتاؤ.....اس ملک میں تو اس نام کا کوئی شہر نہیں ہے۔''

''تم شائد بہت خوش مزاج آدمی ہو۔'' حمید نے ہنس کر کہا۔''خیر اب مجھے اپنے جھونپڑے میں لے چلو۔''

''ورزش مکمل کرلوں تو چلوں.....ویسے تمہیں جلدی ہو تو اُدھر چلے جاؤ۔''اس نے ایک جانب ہاتھ اٹھا کر کہا۔''وہاں میری بیٹی ہوگی۔ اس سے کہنا تمہارے باپ کا مہمان ہوں۔''

حمید بتائی ہوئی سمت میں چل پڑا۔ چڑھائی تھی.....اوپر پہنچ کر لکڑی کے لٹھوں سے بنایا ہوا ایک چھوٹا سا مکان دکھائی دیا جس کے دروازے پر ایک لڑکی اسٹول ڈالے بیٹھی تھی۔ چوبیس پچیس سال کی رہی ہوگی۔ صحت مند اور دلکش تھی۔ حمید کو دیکھ کر اچھل پڑی اور چیختی ہوئی سی آواز میں قہقہہ لگا کر بولی۔''بالآخر.....خدا نے کوئی جہاز ادھر بھیج دیا۔''

پھر بڑی گرم جوشی سے وہ حمید کی طرف بڑھی تھی اور قلقاریاں مارتی ہوئی بولی تھی۔

''میرے پاپا اُدھر کنارے پر ہیں۔''

''تمہارے پاپا ہی نے مجھے اپنا مہمان بنا کر یہاں بھیجا ہے۔''

''اچھا.....اچھا.....اور لوگ کہاں ہیں؟''

''میں تنہا ہوں محترمہ.....!''

''جہاز تو ہے؟''

''کیسا جہاز.....میں نے تو خود کو ساحل پر پڑا پایا تھا۔''

''اُوہ.....!'' وہ ایک دم رنجیدہ ہوگئی۔

حمید نے چاروں طرف نظر دوڑائی دور دور تک اس مکان کے علاوہ اور کوئی مکان نہ دکھائی دیا۔

''میں بہت تھکا ہوا ہوں ۔ کیا آپ مجھ سے بیٹھنے کو بھی نہ کہیں گی۔ آپ کے پاپا ساحل پر ورزش کر رہے ہیں۔''

''ہوں..... آؤ..... اندر آؤ..... اب ہمارے پاس بھی راشن ختم ہو رہا ہے۔ اس کے بعد کچھ پتہ نہیں کیا ہو۔''

وہ حمید کو اندر لائی..... یہاں کئی اسٹول پڑے ہوئے تھے۔ شائد اس کمرے کو وہ بیٹھک کے طور پر استعمال کرتے تھے۔

''بیٹھ جاؤ.....!'' وہ مردہ سی آواز میں بولی۔ ''تم بھوکے بھی ہوگے۔ وہ لوگ بڑے ظالم ہیں۔ پتہ نہیں کون ہیں۔ شائد اس ویران جزیرے کو زبردستی بسانے کی کوشش کر رہے ہیں۔''

''کچھ کھانے کو ہو تو گرم کرو.....!''

''اچھا میں ابھی آتی ہوں.....!'' وہ بڑی بے دلی سے چلتی ہوئی مکان کے دوسرے حصے میں چلی گئی۔

حمید کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کسی جال میں آ پھنسا ہے۔

تھوڑی دیر بعد بوڑھا آدمی بھی چھڑی ٹیکتا ہوا وہاں آ پہنچا۔

''تمہیں حیرت ہو رہی ہوگی۔'' بوڑھا بولا۔ ''پانچ سال سے یہاں پڑا ہوں..... ایک رات ہم لوگ اچھے بھلے اپنے گھر میں سوئے تھے..... صبح آنکھ کھلی تو یہاں ریت پر پڑے تھے۔ اس چھوٹے سے جزیرے میں میرے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔''

''کھانے پینے کا کیا ہوتا ہے؟''

''یہ میں نہیں جانتا..... جو چیز کم ہوتی ہے ختم ہونے سے پہلے ہی آ جاتی ہے۔''

کس کے قیدی ہو.....؟''

''قیدی.....؟ ہوش کی دوا کرو..... عیش کر رہا ہوں یہاں، فکر ذرا جینی کی تھی۔ اب اسکی طرف سے بھی بے فکری ہوگئی۔ آسمان والے نے آخر کار اس کا بھی جوڑا بھیج ہی دیا۔''

''جی.....؟'' حمید نے اس طویل ''جی'' کے ساتھ آنکھیں نکالیں اور اپنی کھوپڑی سہلانے لگا۔

''وہ بڑی اچھی لڑکی ہے..... بہت اداس رہتی ہے..... اب اس کا جی بہل جائے گا۔

میں بوڑھا آدمی اُس کے لئے کیا کرسکتا ہوں۔''

''تم نے کبھی یہاں سے نکلنے کی کوشش نہیں کی۔''

''کوشش.....؟ اگر اس کی توقع ہو کہ میں سمندر میں چھلانگ لگا کر تیرتا ہوا آئرلینڈ پہنچ جاؤں گا تو میں یہ خطرہ مول لینے کو تیار ہوں۔''

''بہرحال تم اپنی حالت پر مطمئن ہو۔''

''بہت زیادہ.....اپنے گھر پر ہوتا تو کبھی کا مر چکا ہوتا اور اخبارات میں خبر چھپتی کہ ایک مقروض نے تقاضوں سے تنگ آ کر خودکشی کرلی!''

''ہوں.....!'' حمید کسی سوچ میں پڑ گیا۔

بوڑھا بھی خاموش تھا۔ اتنے میں لڑکی ایک پلیٹ میں کھانے کے لئے کچھ لائی۔ دوسرے ہاتھ میں کسی مشروب کا گلاس تھا۔

''کھاؤ اور خدا کا شکر ادا کرو۔'' بوڑھے نے کہا اور پھر باہر چلا گیا۔

لڑکی نے ایک اسٹول پر گلاس اور پلیٹ رکھ دیا اور اُسے حمید کے قریب کھسکا لائی۔

''پہلے تم بہت خوش ہو کر ملیں تھیں اور اب اتنی اداس ہوگئی ہو۔'' حمید بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''میں سمجھی تھی شائد کوئی جہاز ادھر آ نکلا ہے اور قید تنہائی سے نجات ملے گی۔''

''آخر کس جرم کی پاداش میں تمہیں یہاں لا پھینکا گیا ہے۔''

''میں کچھ نہیں جانتی.....کیا پاپا نے تمہیں نہیں بتایا۔''

''میں کس طرح یقین کرلوں کہ ایک بے گناہ آدمی ایک رات اپنے گھر سوئے اور دوسری صبح کسی ویران جزیرے میں پایا جائے۔''

''تم نے کون سا جرم کیا ہے.....تم یہاں کیوں پائے جا رہے ہو۔''

''میرا کچھ لوگوں سے جھگڑا ہوا تھا.....لڑائی کے دوران میں بے ہوش ہوگیا دوبارہ آنکھ کھلی تو خود کو یہاں پایا۔''

''ہمارے ساتھ ایسی کوئی بات نہیں ہوئی۔'' اس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا اور ناگواری سے دروازے سے باہر گھورنے لگی۔

''کیا تم مادام اُولیویا نارمن سے واقف ہو۔'' حمید نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

''نہیں.....!''

''تمہارے پاپا.....؟''

''میں نہیں جانتی انہیں سے پوچھ لو۔'' اس نے کہا اور بوڑھے کو آواز دی۔

''کیا بات ہے؟'' اس نے باہر ہی سے پوچھا اور چھڑی ٹیکتا ہوا اندر آیا۔

''یہ کچھ پوچھ رہے ہیں۔''

''میں یہ پوچھ رہا تھا.....!'' حمید بول پڑا۔ ''کیا آپ لوگ کسی مادام اولیویا نارمن سے واقف ہیں۔''

بوڑھے کی پیشانی پر سلوٹیں اُبھر آئیں.....شائد وہ حافظے پر زور دے رہا تھا۔ پھر اس نے سر کو منفی جنبش دیتے ہوئے کہا۔ ''میں کسی اُولیویا نارمن سے واقف نہیں۔''

وہ دیوانہ نیگرو مادر زاد برہنہ شہر کے سب سے بارونق اور گنجان آباد علاقے کی سڑکوں پر دوڑتا پھر رہا تھا..... بچے اس کے پیچھے تالیاں بجا رہے تھے اور سمجھدار لوگ شہر کے نظم ونسق کے ذمہ داروں کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔

بالآخر اس پر پتھر چلنے لگے.....عجیب سا ہنگامہ برپا ہوگیا۔ وہ افراتفری مچی کہ ٹریفک رک گیا اور جب ٹریفک رکنے لگا تو انہیں بھی اس کی طرف متوجہ ہونا پڑا۔ جن کے ذمہ قانون کی حفاظت تھی..... پتہ نہیں کس گاڑی میں کون ہو اور ان کی غفلت پر انہیں رگڑ ڈالے۔

لحیم شحیم نیگرو کو گھیرا جانے لگا.....لیکن کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اُسے پکڑنے کی کوشش کرتا.....اس کے آگے وہ سپاہی بونے نظر آتے تھے۔

پھر یہ سوچا گیا کہ بہت سے لوگ بیک وقت لپٹ پڑیں.....اور اُسے قابو میں کر کے

اس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے جائیں۔ پندرہ بیس آدمی ہمت کر کے آگے بڑھے..... وہ کسی بگڑے ہوئے ہاتھی کی طرح چنگھاڑتا رہا تھا۔

ان میں ایک ایسا آدمی بھی تھا جس کے ہاتھ میں قلم تراش چاقو تھا..... اس نے اتنی صفائی سے اس دیوانے کے بازو پر اس سے شگاف دیا کہ کسی کو علم نہ ہوسکا..... اس کے بعد وہ اس دھما چوکڑی والی بھیڑ سے الگ ہوگیا تھا۔

وہ تیز قدموں سے چلتا ہوا دوسری جانب والے فٹ پاتھ تک آیا اور یہاں سے ایک گاڑی میں بیٹھ کر چیتھم روڈ پر مڑ گیا۔ پھر دوبارہ اس کی گاڑی مے پول ہوٹل کی کمپاؤنڈ میں رکی تھی۔ گاڑی سے اُتر کر وہ سیدھا ڈائننگ ہال میں آیا۔

کاؤنٹر کے قریب رک کر اس نے میزوں کا جائزہ لیا تھا اور پھر ایک گوشے والی میز کی طرف بڑھتا چلا گیا تھا۔

''میں اپنا کام کر آیا ہوں..... موسیو مچکوف.....!'' اس نے میز کے قریب پہنچ کر کہا۔

''خوب..... تو پھر چلو.....!'' پیٹر مچکوف اٹھتا ہوا بولا۔ ''بعد کے حالات کا جائزہ لینا بھی ضروری ہے۔ مادام کی طرف سے تمہیں کوئی بڑا انعام ملے گا۔ اگر تم نے یہ کام خوش اسلوبی سے کیا ہوگا۔''

وہ کچھ نہ بولا۔ پیٹر مچکوف اس کے ساتھ باہر آیا..... دونوں گاڑی میں بیٹھے اور اسی طرف روانہ ہوگئے۔ لیکن وہ اس سڑک پر نہیں جاسکے تھے۔

ایک ڈیوٹی کانسٹیبل نے انہیں روک کر بائیں جانب مڑ جانے کو کہا تھا۔

''اُدھر ٹریفک بند ہے۔'' اس نے کہا۔

''کیوں.....؟'' پیٹر مچکوف کے ساتھی نے پوچھا۔

''کچھ گڑبڑ ہے..... بہرحال آپ لوگ اُدھر سے جایئے۔''

گاڑی بائیں جانب والی گلی میں موڑ دی گئی۔ اب وہ پیدل ہی اس سڑک کی جانب چل پڑے تھے۔ جس پر پاگل نیگرو کو گھیرا گیا تھا۔

وہاں انہیں دور تک جم غفیر نظر آیا۔ پولیس والے بھیڑ ہٹانے کی کوشش کر رہے تھے۔

''تم معلوم کرو کیا ہوا.....!'' پیٹر مچکوف نے اپنے ساتھی سے کہا اور وہ آگے بڑھ کر

بھیڑ میں غائب ہو گیا۔

پیٹر مچکوف ایک شوروم کی دیوار سے لگ کر کھڑا ہو گیا تھا۔

وہ اردو اچھی طرح سمجھ سکتا تھا۔ لیکن بولنے پر قادر نہیں تھا۔ اُس نے آس پاس کھڑے ہوئے لوگوں کی باتوں کی طرف کان لگا دیئے۔

کوئی کہہ رہا تھا۔ ''میاں وہ کوئی بدروح تھی..... خدا کی پناہ..... میں نے کبھی بپھرا ہوا ہاتھی نہیں دیکھا..... لیکن وہ ایسا ہی ہوتا ہوگا۔''

''پندرہ بیس چمٹ گئے تھے.....!'' دوسری آواز سنائی دی۔

''اور اُس نے سبھوں کو روند کر رکھ دیا۔'' تیسری آواز آئی۔

اتنے میں ایک آدمی دوڑتا ہوا ان کے قریب سے گزرا..... اس نے انہی لوگوں سے کہا تھا۔ ''رحیم بھی تھا..... وہ بھی کچلا گیا.....!''

اور وہ لوگ اس کے پیچھے دوڑتے چلے گئے۔

پیٹر مچکوف جیب سے پائپ نکال کر اس میں تمباکو بھرنے لگا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے پہلی اطلاعات سے مختلف باتیں سنیں۔ ایک آدمی دوسرے سے کہتا ہوا گزرا تھا۔ ''اس نے ان سبھوں کو مار ڈالا۔ دونوں ہاتھوں میں خنجر پکڑے ہوئے تھا۔''

پھر کچھ لوگ کہتے گزرے۔ ''وہ چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ میں قرب قیامت کی دلیل ہوں۔ میں نے غاصبوں کو مار ڈالا۔''

پیٹر مچکوف نے پائپ سلگا کر دھوئیں کے مرغولے چھوڑے اور پُرتفکر نظروں سے اسی سمت دیکھتا رہا جدھر اس کا ساتھی گیا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ واپس آ گیا اور بولا۔ ''چلئے موسیو..... میں پوری رپورٹ پیش کروں گا۔''

پیٹر مچکوف خاموشی سے اس کے ساتھ چلنے لگا۔

وہ گاڑی تک آئے۔ لیکن اس دوران میں کوئی کچھ بولا نہیں تھا۔

پیٹر کا ساتھی گاڑی کو دوسری سڑک پر لگا دینے کے بعد بولا۔ ''گیارہ آدمی مرے ہیں..... اور وہ صاف نکل گیا۔''

''نکل گیا.....؟''

''ہاں موسیو.....!''

''اوہ تو گاڑی تیز چلاؤ.... مجھے نصیری بورڈنگ کے قریب اتار کر سیدھے اپنی جگہ پہنچ جانا۔''

''بہت بہتر موسیو۔''

کچھ دیر بعد اس نے گاڑی بتائی ہوئی جگہ پر روک دی اور پیٹر مچکوف اتر گیا۔

کچھ دیر وہ سڑک کے کنارے ہی کھڑا رہا تھا۔ پھر جب گاڑی نظروں سے اوجھل ہوگئی تھی تو وہ بائیں جانب والی گلی میں مڑ گیا تھا۔

گلی کی عمارات میں سے ایک کے صدر دروازے کی کال بل کا بٹن دباتے وقت اس نے پائپ سے جلا ہوا تمباکو جھاڑا اور اُسے کوٹ کی جیب میں ڈال لیا۔

دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی تھی۔ لیکن جس نے دروازہ کھولا تھا اس کے چہرے سے ایسے آثار نظر آئے جیسے پیٹر مچکوف کی شکل میں ملک الموت سے ملاقات ہوگئی ہو۔

مضطربانہ انداز میں پیچھے ہٹ کر اس نے پیٹر مچکوف کے لئے راستہ چھوڑا تھا۔

''کہو کیا خبر ہے۔'' پیٹر مچکوف نے آگے بڑھتے ہوئے پوچھا۔

دوسرا آدمی اس کے پیچھے چل رہا تھا۔ اس نے جواب دینے کے لئے منہ کھولا اور پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

پیٹر مچکوف راہداری طے کر کے ایک کمرے میں آیا۔

دروازہ کھولنے والا بھی اس کے پیچھے پیچھے آیا تھا۔

''تم نے بتایا نہیں.....!'' پیٹر مچکوف کمرے میں پہنچ کر اس کی طرف مڑا۔ ''بتانے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے جناب۔'' اس نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔ ''ہم اسے پکڑنے میں ناکام رہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''ہم دنیا کی آخری حد تک اس کا پیچھا کرتے لیکن.....!''

''بکو جلدی سے.....لیکن کیا.....؟''

''ہم اُسے گھیرے میں لے کر کسی مناسب سے مقام پر اُسے قابو میں کرنا چاہتے تھے کہ اچانک ایک ٹرک اس کے قریب سے گزرا.....سڑک سے اس پر جال پھینکا گیا.....وہ

اُلجھ کر گرا اور جال سمیت ٹرک میں کھینچ لیا گیا..... ہم سمجھے شائد آپ ہی نے کوئی دوسرا انتظام کر لیا ہے۔ لیکن پھر بھی ہماری گاڑیاں اس ٹرک کا تعاقب کرتی رہیں اور پھر جب اُس ٹرک سے ہماری گاڑیوں پر فائر ہوئے تو معلوم ہوا کہ وہ کوئی دوسرے ہی لوگ ہوں گے۔

''ہوں..... اور اس فائرنگ کے بعد تم لوگ وہاں سے بھاگ نکلے۔'' پیٹر غرایا۔

''نہیں موسیو..... بلکہ وہاں سے ایک گز بھی آگے نہیں جا سکے تھے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''انہوں نے ہماری گاڑی کے ٹائروں پر فائر کئے تھے اور انہیں بیکار کر دیا تھا۔''

''پولیس.....!''

''میں سوچ بھی نہیں سکتا موسیو! پولیس کو کیا دلچسپی ہو سکتی ہے ان طریقوں سے۔ وہ ہماری گاڑیوں پر فائر کرنے کے بعد بھاگ نہ جاتے..... اگر ہم ایسے ہی مشتبہ تھے تو ہمیں بھی فوراً ہی گرفتار کرنے کی کوشش کی جاتی۔''

''ایڈیٹ.....!'' وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا اور بڑی تیزی سے دروازے کی طرف جھپٹا۔ پھر پلٹا اور پوچھا ''گاڑی موجود ہے۔''

''ہاں..... موسیو..... باہر کھڑی ہے۔''

''کنجی.....!''

اس آدمی نے جیب سے کنجی نکال کر اُس کے حوالے کی۔ پھر شائد اُس نے بے خیالی میں دوڑتے ہوئے راہداری طے کی تھی۔ سیاہ رنگ کی گاڑی گلی میں کھڑی نظر آئی..... آندھی اور طوفان کی طرح وہ وہاں سے روانہ ہوا تھا۔

ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے موت تعاقب کر رہی ہو..... جلد ہی گاڑی شہر کی حدود سے باہر نکل آئی اور اس کے بعد رفتار کا کیا پوچھنا..... سمت مقابل سے آنے والی گاڑیوں کو وہ سائیڈ نہیں دے رہا تھا۔ انہیں ہی کم رفتاری سے دوسری جانب کچے میں اترنا پڑ رہا تھا۔

گاڑی تار جام والی سڑک پر جا رہی تھی۔ پھر وہ نصیر آباد والی سڑک پر مڑ گئی..... لیکن پھر موڑ سے زیادہ دور نہیں گئی تھی۔

یہاں سڑک کے کنارے کئی بڑے بڑے زراعتی فارم تھے۔ وہ ایک ایسے پھاٹک میں

مڑ گئی جس پر ''ذاتی تجرباتی فارم'' کا بورڈ لگا ہوا تھا۔ یہاں دور دور تک چاروں طرف ہرے بھرے کھیت نظر آ رہے تھے اور ایک جانب ایک چھوٹی سی عمارت تھی۔

اُس نے گاڑی روکی اور دوڑتا ہوا عمارت میں داخل ہو گیا۔ ایک آدمی سے ٹکرایا تھا۔ دروازے میں داخل ہوتے وقت۔

''مجھے افسوس ہے جناب۔'' وہ آدمی بولا۔

''مادام کہاں ہیں.....؟'' پیٹر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں پوچھا۔

''مکئی کے کھیتوں میں.....!'' اُس نے بڑے ادب سے جواب دیا۔

وہ پھر الٹے پاؤں باہر واپس آیا اور کھیتوں کی طرف دوڑنے لگا۔

مکئی کے کھیتوں کے درمیان ایک سفید فام بوڑھی عورت ملی..... وہ بڑی توجہ اور انہماک سے پودوں کے درمیان کچھ دیکھتی پھر رہی تھی۔

''مادام.....!'' پیٹر مچکوف بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

بوڑھی عورت نے چونک کر سر اٹھایا۔

''کیا بات ہے پیٹر.....؟'' اس نے پروقار لہجے میں پوچھا۔

''بُری خبر ہے مادام.....!''

''پہلے تم اپنی سانسیں درست کرو۔'' وہ تلخ لہجے میں بولی اور پھر بڑے اطمینان سے دوبارہ مشغول ہو گئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک بڑا سا محدب شیشہ تھا جس کے ذریعے وہ پودوں کی جڑوں کے قریب کچھ دیکھ رہی تھی۔

پیٹر مچکوف خاموش کھڑا رہا۔

بوڑھی عورت نے ایک بار بھی سر اٹھا کر اس کی طرف نہیں دیکھا تھا۔

آخر وہ کچھ دیر بعد کھنکار کر بولا۔ ''میں عرض کر رہا تھا مادام کہ ایک بُری خبر ہے۔ میں پہلے بھی ان آدمیوں سے مطمئن نہیں تھا جو ہمارے لئے کام کر رہے ہیں۔''

''اس بُری خبر کے سننے سے پہلے میں کسی کے بارے میں کوئی رائے قائم نہیں کر سکتی۔''

''گیارہ آدمی مر گئے.....وہ بھی نکل بھاگا۔ لیکن یہ نالائق اُسے اپنے قابو میں نہ کر سکے۔''

''میں جانتی تھی کہ وہ ناکام رہیں گے.....!'' بوڑھی عورت نے لاپرواہی سے کہا۔

''لیکن کچھ اور بھی ہوا ہے مادام.....!''

''جلدی بکو۔''

''کسی نے ایک ٹرک سے اس پر جال پھینکا اور کھینچ لے گیا۔ یہی نہیں بلکہ ہمارے آدمیوں کی گاڑیوں پر فائر بھی ہوئے تھے اس ٹرک سے..... ٹائر بیکار ہو گئے اور وہ ٹرک کا پیچھا نہ کر سکے۔''

''کوئی بات نہیں..... سب کچھ میری مرضی کے مطابق ہو رہا ہے۔ اگر یہ نہ ہوتا تو مجھے مایوسی ہوتی۔''

پیٹر مچکوف کے چہرے پر حیرت کے آثار نظر آئے۔ اس نے کچھ کہنا چاہا لیکن پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ بوڑھی عورت محدب شیشہ بیگ میں ڈال کر اٹھ گئی تھی۔

اس نے پیٹر مچکوف سے کہا۔

''میرے ساتھ آؤ..... میرے سینکڑوں روپ ہیں..... اور ہر روپ میں میری صلاحیتیں بھی مختلف ہیں..... ہاں..... اس کا کیا ہوا.....؟''

''اسے آپ کے احکام کے مطابق وہیں پہنچا دیا گیا۔''

''ٹھیک ہے.....!''

تھیلے کی اچھل کود

قاسم کی آنکھ کھلی تو اُس نے خود کو کسی دوسری جگہ پایا۔ یہ قمی کا نگار خانہ تو نہیں تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا۔ بستر آرام دہ تھا اور خواب گاہ کسی ذی حیثیت فرد کی معلوم ہوتی تھی۔ لیکن پچھلی رات تو وہ قمی کے نگار خانے میں سویا تھا..... وہ اُسے وہاں کچھ دیر کے لئے چھوڑ کر باہر گئی تھی اور قاسم اُس کے جانے کے بعد اونگھنے لگا تھا..... یادداشت پر زور دینے کے باوجود بھی اُسے یاد نہ آ سکا کہ وہ اس غنودگی سے پیچھا چھڑا سکا ہو..... وہ تو بس سو ہی گیا

تھا.....اور اس کے بعد اس وقت آنکھ کھلی۔

گھڑی پر نظر ڈالی.....تاریخ بھی دوسرے دن کی تھی۔

اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں بستر چھوڑ دیا۔

اس کا خیال تھا کہ قمی اسے جان و دل سے چاہنے لگی ہے۔ دل و جان کے علاوہ اس کی چاہت میں معدے کو بھی دخل تھا۔ یعنی ہر وقت قاسم کا پیٹ بھرا رکھتی تھی۔

اس کے علاوہ اُسے اور کیا چاہئے تھا.....ایک چاہنے والی تگڑی سی عورت اور حلق تک ٹھونسنے کے لئے گوشت.....!

اس ایک ہفتے کے دوران میں قاسم صرف ایک بار اپنے گھر گیا تھا اور وہاں اطلاع دی تھی کہ ایک تبلیغی جماعت کے ساتھ باہر جا رہا ہے۔ بیوی کو یقین نہیں آیا تھا اور قاسم نے جھلا کر کہا تھا۔ ''ٹھینگے سے.....اچھا میں لونڈیاں بنانے کا کارخانہ کھولنے جا رہا ہوں.....قرلو جو تجھ قرنا ہو۔''

اور پھر وہ بیوی کی بات سننے کے لئے وہاں رکا ہی نہیں تھا۔

ادھر چار دنوں سے وہ قمی ہی کے ساتھ رہا تھا.....دن بھر وہ دونوں اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے اور رات کو اسے نگار خانے میں تنہا چھوڑ کر کہیں چلی جاتی.....پھر بے چارہ قاسم سوچتا ہی رہ جاتا کہ آخر اس پر اتنی شدت سے نیند کا حملہ کیوں ہوتا ہے۔ وہ اس سے کہتی ''ٹھہرو میں ابھی آئی۔'' اور وہ اس کا انتظار کرتے کرتے سو جاتا۔ پھر دوسری صبح ہی ملاقات ہوتی اور وہ اس سے کہتی ''آخر ایسی بھی کیا نیند.....میرا انتظار نہیں ہوسکتا۔''

''تو تم نے جگایا قیوں نہیں.....!'' قاسم کہتا۔

''بس اس کی کسر رہ جاتی ہے کہ تمہیں سوتے میں ڈنڈوں سے پٹوایا جائے..... شرافت کے برتاؤ سے تو نہیں جاگتے۔''

اور قاسم فخریہ انداز میں ''ہی ہی'' کر کے کہتا۔ ''میری ہر بات عجیب ہے۔''

وہ رومینٹک لہجے میں کہتی۔ ''ہاں.....تم عجیب ہو..... عام آدمیوں سے بالکل مختلف۔ اسی لئے تو میں تمہیں اتنا چاہتی ہوں.....تم پہلے مرد ہو جس نے میرے ذہن کی پیچیدگیوں کو سمجھا ہے۔''

قاسم غرور سے سینہ پھلائے ہوئے تیکھی نظروں سے دائیں بائیں دیکھتا اور پھر جلدی سے کہتا۔ ''تو پھر اب ناشتہ کرادو نا بھوخ کے مارے میری جان نقلی جارہی ہے۔''

آج بھی اس نے قمی کو آوازیں دیں۔ لیکن نوشابہ کہہ کر ہی پکارتا رہا۔

ایک عورت خواب گاہ میں داخل ہوئی۔ چند لمحے اُسے حیرت سے دیکھتی رہی پھر بولی۔

''تم پھر میرا نام بھول گئے۔''

''مم..... میں نہیں جانتا..... آپ قون ہیں.....!'' قاسم ہکلایا۔

لیکن یہ عورت تو قمی سے بھی زیادہ دلکش تھی۔

''ارے تم مجھے نہیں جانتے..... اپنی فوزیہ کو..... تمہیں کیا ہوگیا ہے۔''

''میں خواب تو نہیں دیکھ رہا۔'' قاسم آہستہ سے بڑبڑایا۔ ''پھر اونچی آواز میں بولا۔

''ارے ہاں ہاں.....؟''

''چلو..... حوائج سے فارغ ہوجاؤ جلدی سے۔''

''حوائج.....؟'' قاسم نے احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔

''ہاں..... ہاں.....!''

''میرے پاس تو نہیں ہے.....!'' قاسم نے بے بسی سے کہا۔

''کیا نہیں ہے..... تمہارے پاس..... ارے باتھ روم وغیرہ جانے کو کہہ رہی تھی۔''

''اچھا..... اچھا.....!''

''ہاں جلدی کرو..... آج ہماری شادی کی تیسری سالگرہ ہے نا.....!''

''قس قی شادی کی.....؟''

''میری اور تمہاری شادی کی..... ارے تم کیسی بہکی بہکی باتیں کررہے ہو۔''

''میرا قیا نام ہے.....؟'' قاسم نے بوکھلا کر پوچھا۔

''قاسم ہے بابا..... تم روز یہی سوال کرتے ہو..... کہیں دماغ تو نہیں چل گیا۔''

قاسم اس طرح اپنا سر ٹٹولنے لگا کہ اگر واقعی چل گیا ہو تو اُسے فوری طور پر روکنے کی کوشش کرے۔

''چلو جاؤ..... جلدی کرو..... ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے۔'' وہ پھر بولی۔

ناشتے کے نام پر قاسم کو جیسے ہوش آ گیا اور وہ اس دروازے کی طرف بڑھا جو یقینی طور پر باتھ روم ہی رہا ہوگا..... ہینڈل گھما کر دروازہ کھولتا ہوا آہستہ سے بڑبڑایا۔ ''ٹھینگے سے..... پہلے ناشتہ قرلوں..... پھر دیکھا جائے گا۔''

باتھ روم سے برآمد ہونے پر اس عورت کو وہیں پایا۔

''چلو..... آؤ میرے ساتھ..... ہوسکتا ہے تمہیں ڈائننگ روم کا راستہ بھی نہ یاد ہو..... میں تو تنگ آ گئی ہوں تم سے..... رات گئے تک گھر سے غائب رہتے ہو..... اور صبح دیر تک سوتے ہو.....!''

''میں.....!'' قاسم نے حیرت سے کہا۔ ''آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے محترمہ.....!''

''کیا ہوئی ہے.....؟''

''مطلب یہ کہ آپ کچھ غلط سمجھی ہیں۔''

''ہاں میں تو غلط ہی سمجھا کرتی ہوں..... عقل تو صرف تمہارے حصے میں آئی ہے۔ ارے ارے کہاں چلے جا رہے ہو۔ یہی ہے ڈائننگ روم.....!''

قاسم دروازے میں داخل ہوا..... اور پھر اس طرح رک گیا جیسے کسی گاڑی میں دفعتاً پورے بریک لگے ہوں۔

سامنے ایک بڑی سی میز پر قمی کا سر نظر آیا جو ایک طشت میں رکھا ہوا تھا..... دوسرے طشت میں بڑی بڑی پنڈلیاں نظر آئیں..... تیسرے میں گدرائی ہوئی باہیں..... اسی طرح جسم کے مختلف حصے الگ الگ طشتوں میں رکھے ہوئے تھے۔

''یہ..... یہ..... ارے.....؟'' قاسم ہکلایا۔

''ناشتہ ہے..... شروع کر دو.....!'' عورت اُسے آگے دھکیلتی ہوئی بولی۔

''خون..... خون..... قتل..... قتل.....!'' قاسم وحشیانہ انداز میں چیخا۔

''پاگل تو نہیں ہو گئے..... چلو جلدی کرو..... ورنہ سموسے ٹھنڈے ہو جائیں گے۔''

''قہاں ہیں سموسے.....!'' قاسم رونی آواز میں دہاڑا۔

''یہ رہے.....!'' اس نے ایک طشت کی طرف اشارہ کیا۔

پھر قاسم نے قہقہے کی آواز سنی..... یہ سوفیصدی قمی ہی کا قہقہہ تھا۔ وہ آواز کی سمت مڑا۔

قمی ایک دروازے میں کھڑی نظر آئی..... بالکل کوئی فلمی روح لگ رہی تھی۔

قاسم کے حلق سے بھانت بھانت کی بے ہنگم آوازیں نکلنے لگیں..... اور وہ دھڑام سے فرش پر آ رہا۔

اُس ویران جزیرے میں یہ حمید کا ساتواں دن تھا..... ان سات دنوں میں اُسے ذرہ برابر بھی الجھن محسوس نہیں ہوئی..... جینی خاصی زندہ دل لڑکی ثابت ہوئی تھی۔

اس وقت بھی وہ دونوں جھونپڑے کے باہر بیٹھے بوڑھے آدمی کی اوٹ پٹانگ حرکتیں دیکھ رہے تھے۔

''کیا تمہارے پاپا کا کوئی اسکریو ڈھیلا ہے۔'' حمید نے جینی سے پوچھا۔

''پاپا بیچارے بہت ستم رسیدہ ہیں..... میری ماں فضول خرچ تھی۔ ہمیشہ مقروض رہے ہیں..... وہ تو کہتے ہیں کہ میں نے یہاں پہنچ کر دوسری زندگی پائی ہے۔''

''اور تمہارا کیا خیال ہے۔''

''اب میں بھی خوش ہوں..... تنہائی سے اکتاتی تھی..... لیکن تم نے ہمیں اپنے بارے میں ابھی تک کچھ نہیں بتایا.....!''

''جس دن آیا تھا شاعر تھا..... دوسرے دن طنز نگار بن گیا..... تیسرے دن صحافی..... چوتھے دن نقاد..... پانچویں دن ڈپٹی کلکٹر..... چھٹے دن فری الانسر اور آج یعنی ساتویں دن خود کو دنیا کا عظیم ترین چغد محسوس کر رہا ہوں۔''

''تمہاری باتیں دلچسپ ہوتی ہیں لیکن بعض اوقات سمجھ میں نہیں آتیں۔''

''تم کون ہو.....؟''

''میں ایک لڑکی ہوں.....!'' وہ ہنس کر بولی۔

''لیکن میں چغد ہوں.....دل بہلاؤ مجھ سے۔''

''پتہ نہیں کیسی باتیں کرنے لگے۔''

''لڑکیوں کو اگر بیوقوف نہ بناؤ تو کچھ دنوں کے بعد سچ مچ چغد ہی سمجھنے لگتی ہیں۔لہٰذا میں نے پہلے ہی اپنے چغد ہونے کا اعتراف کرلیا۔''

''سچ کہتی ہوں.....آج تم بے تکی ہانک رہے ہو۔''

''وہ دیکھو.....!'' حمید نے بوڑھے کی طرف اشارہ کیا جو ایک ٹانگ پر کھڑا ہوکر ناچنے کی کوشش کررہا تھا۔

''ان حضرت کو ایک عورت چغد سمجھتی رہی تھی۔''

''جاؤ.....اب نہیں بولوں گی.....آج پتہ نہیں کیسی باتیں کررہے ہو۔''

''یہاں اس ویران جزیرے میں مجھے بولنے دو اور خاموشی سے سنتی رہو.....یہاں نہ کوئی قانون ہے اور نہ کوئی اخلاقی ضابطہ.....یہاں تم مجھ سے یہ نہیں کہہ سکتیں کہ اگر تمہیں میرے خلوص پر یقین نہیں تو او میں ہمیشہ کے لئے جارہی ہوں۔''

''بولے جاؤ.....میں کچھ نہ کہوں گی۔''

''بلاشبہ یہاں تم کچھ نہ کہو گی.....کہو گی بھی تو پھر پلٹ کر ادھر ہی آنا ہے.....ایک مجبوری.....یہاں تمہارے علاوہ اور کوئی نہیں.....!''

دفعتاً بوڑھا زور سے چیخا۔

''لڑکے دیکھو.....میں ایک ٹانگ پر ناچ سکتا ہوں۔''

''ناچے جاؤ.....!'' حمید نے جواب دیا۔''اب تمہاری زندگی میں کوئی نچانے والی نہیں آئے گی تمہیں خود ہی ناچنا ہے۔''

بوڑھا ناچتے ناچتے رک گیا.....پھر تیزی سے چلتا ہوا ان کے قریب آکر بولا۔''کیا کہا تم نے.....؟''

''کچھ نہیں.....بیٹھ جاؤ.....تھک گئے ہوگے۔''

''پاپا.....آج یہ صبح سے فلسفیوں جیسی گفتگو کررہا ہے۔'' جینی بولی۔

''تم نے ضرور اُسے کوئی دکھ پہنچایا ہے۔''

''میں نے.....نہیں تو.....!''

''پڑھا لکھا آدمی ہمیشہ اسی وقت فلسفیوں جیسی گفتگو کرتا ہے جب اُسے کسی عورت کی طرف سے دکھ پہنچتا ہے..... یا وہ اُس سے دھوکا کھاتا ہے.....اُسے گالیاں اس لئے نہیں دے سکتا کہ عورت ہی تو ماں بھی ہوتی ہے پس وہ فلسفیوں جیسی گفتگو کرنے لگتا ہے۔''

''اب مجھے بور ہونا پڑے گا.....!'' جینی جھنجھلا کر بولی۔''تم بھی فلسفیوں جیسی باتیں کرنے لگے۔''

''عورت اچھی طرح سمجھتی ہے کہ کسی فلسفے کے پس منظر میں کیا ہے۔اس لئے اسے بور ہونا ہی چاہئے.....لیکن مرد اسی طرح شاعری سے فلسفے کی طرف چھلانگ لگاتا ہے۔''

''اچھا بس.....!'' حمید ہاتھ اٹھا کر بولا۔''میں تو صرف بور ہی تھا تم مہا بور معلوم ہوتے ہو۔''

''جب تم یہ محسوس کر لیتے ہو کہ لوگ تمہاری باتوں پر متحیر نہیں ہیں تو تم بور ہونے لگتے ہو۔''

''کاش اس وقت میرے ہاتھ میں ٹویلو بور ہوتی۔'' حمید ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

''میں ساحل پر جارہا ہوں.....!'' بوڑھا اٹھتا ہوا بولا۔

اس کے چلے جانے کے بعد بھی وہ دونوں خاموش رہے۔

حمید پائپ میں تمباکو بھرنے لگا..... بڑی عجیب بات تھی کہ اُسے یہاں پرنس ہنری کا تمباکو مل رہا تھا.....کئی ڈبے دوسرے ہی دن ساحل پر پڑے ملے تھے.....کھانے پینے کی کوئی تکلیف نہیں تھی..... چھاگلوں میں میٹھا پانی بھی کسی طرح وہاں پہنچ جاتا تھا۔

دو راتیں جاگ کر اُس نے معلوم کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ سارا سامان کہاں سے آتا ہے.....لیکن اُسے کامیابی نہیں ہوئی تھی۔

پھر اُس نے سوچا کچھ دن کاہلی میں گزارنے کے لئے یہ جزیرہ بُری جگہ نہیں.....اس تصور کو قریب نہیں بھٹکنے دیتا تھا کہ یہاں سے رہائی محال ہوگی۔تن بہ تقدیر کبھی نہیں ہو بیٹھا تھا.....کچھ عجیب سی ذہنی کیفیت سے دوچار تھا۔ہوسکتا ہے یہ سمندری ہوا کا اثر رہا ہو۔

اس نے جینی کی طرف دیکھا وہ منہ پھلائے بیٹھی تھی۔

''کیا تمہیں کوئی بیماری ہوگئی ہے۔'' حمید نے اُسے چھیڑا۔

''ہاں.....ہم دونوں باپ بیٹی کا دماغ الٹ گیا ہے۔''

''دیکھو یہاں اس ویرانے میں جھگڑا نہ کرو.....کبھی کبھی میرا دماغ الٹ جاتا ہے۔''

''آؤ اب مزے مزے کی باتیں کریں.....!''

''مجھے نیند آ رہی ہے۔'' وہ اٹھتی ہوئی بولی۔

''کچھ ہی دیر پہلے تو سو کر اٹھی ہو.....؟''

''پھر سوؤں گی.....!'' اُس نے کہا اور جھونپڑی میں چلی گئی۔

حمید نے پائپ سلگا کر ایک طویل سانس لی اور خلاء میں گھورنے لگا۔

اولیویا نارمن دوبارہ اس پر قابو پانے میں کامیاب ہوگئی۔ پہلے بھی اُسے فریدی کے لئے چارہ بنا چکی تھی.....لیکن فریدی کی حکمت عملی نے نہ صرف خود کو اُس سے بچائے رکھا تھا بلکہ اُسے بھی اُس کے پنجے سے رہائی دلائی تھی۔

آخر وہ فریدی سے کیا چاہتی تھی۔حمید سوچتا اور پائپ کے ہلکے ہلکے کش لیتا رہا۔

قاسم کے ساتھ پائی جانے والی لڑکی یقینی طور پر اُسی سے تعلق رکھتی تھی لیکن حمید تو اس وقت میک اپ میں تھا۔ یقیناً اس سے غلطی ہوئی تھی۔ اُسے قاسم سے چھیڑ چھاڑ نہ کرنی چاہئے تھی کہ محض اسی بناء پر وہ پہچانا جاسکتا ورنہ اس میک اپ میں پہچان لیا جانا ممکن نہیں تھا۔

پھر اس جزیرے میں ہوش آنے کے بعد اس نے خود کو اپنی اصلی شکل میں پایا تھا۔

اس نے بجھے ہوئے پائپ سے تمباکو جھاڑی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ بوڑھا آتا دکھائی دے رہا تھا۔ پشت پر کوئی وزنی چیز لادر کھی تھی۔

وہ اس کی مدد کرنے کے لئے آگے بڑھا۔

''یہ ابھی آیا ہے.....!'' بوڑھا ہانپتا ہوا بولا۔''تم سنبھالو.....میں تو مرا جارہا ہوں بوجھ سے۔''

وہ ایک بہت وزنی تھیلا تھا.....لمبا اور حجم بھی معمولی نہیں تھے۔

اسے اپنی پشت پر سنبھالتے وقت حمید بُری طرح لڑکھڑایا تھا۔

''اس میں کیا ہے؟'' اس نے بوڑھے سے پوچھا۔

''یہ تو کھولنے ہی پر معلوم ہوگا۔'' بوڑھا ہانپتا ہوا بولا۔

اور پھر حمید کے قدم باقاعدہ طور پر ڈگمگائے تھے۔ کیونکہ اُسے اس تھیلے میں کوئی انسانی جسم محسوس ہوا تھا..... اور وہ بے حس و حرکت بھی نہیں تھا..... پھر اس نے اس زور سے ہاتھ پیر چلائے کہ حمید اُسے چھوڑ کر اچھلا اور دور جا کھڑا ہوا۔

''یہ کیا مصیبتیں ڈھونڈتے پھرتے ہو تم۔'' حمید نے اس سے کہا۔ کیونکہ اس تھیلے نے زمین پر پڑے پڑے اچھلنا کودنا شروع کر دیا۔

''مم..... میں کیا جانوں.....!'' بوڑھا ہکلایا۔ ''میں تو سمجھا تھا شائد ہمارے استعمال کی کوئی چیز بھیجی گئی ہے۔''

''کھولو اسے.....!'' حمید نے کہا۔

''میں تو ہاتھ نہیں لگاؤں گا.....!'' بوڑھا پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

حمید اُسے بُرا بھلا کہتا ہوا خود آگے بڑھا اور بیٹھ کر تھیلے کا منہ کھولنے لگا۔

تھیلے کا منہ کیا کھلا قیامت ٹوٹی..... گالیوں کا ایک طوفان تھا جو اس تھیلے سے برآمد ہو رہا تھا۔

حمید پھر پہلے ہی کی طرح اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔

''میرے خدا..... میرے خدا.....!'' بوڑھے نے دونوں ہاتھوں سے اپنے کان بند کر لئے۔ کیونکہ گالیوں کا یہ طوفان انگریزی ہی میں تھا۔

ایک دلکش چہرہ تھیلے سے برآمد ہوا تھا۔ جینی سے بھی زیادہ خوبصورت لڑکی تھی۔

تھیلے سے باہر آتے ہی اس کی زبان گنگ ہوگئی اور وہ حیرت سے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے لگی نہ جانے کیوں حمید کو یہ چہرہ کچھ جانا پہچانا سا لگ رہا تھا۔

بوڑھا بھی ان کے قریب آ کھڑا ہوا۔

''مم..... میں کہاں ہوں.....؟'' لڑکی نے آہستہ سے پوچھا۔

اور پھر حمید کو یاد آیا کہ اس نے اُسے کہاں دیکھا تھا۔ لیکن وہ خاموش کھڑا رہا۔

لڑکی نے انگریزی میں سوال کیا تھا۔ بوڑھا آگے بڑھا اور بولا۔ ''تم وہیں ہو جہاں ہم ہیں..... لیکن اب میرے مکان میں گنجائش نہیں رہی تمہیں باہر پڑے رہنا ہوگا۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ انداز ایسا تھا جیسے اپنے گردوپیش کے ماحول کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔

''کیا تم مجھے اپنا نام بتا سکو گی.....؟'' حمید نے آگے بڑھ کر آہستہ سے پوچھا۔

''میڈونا.....!''

''اور تم اردو بھی روانی سے بول سکتی ہو۔''

''میں نہیں جانتی تم کون ہو.....!''

''اولیویا نارمن نے تمہیں کس جرم کی پاداش میں یہ سزا دی ہے۔ یہ ایک ویران جزیرہ ہے میڈونا ڈیئر۔''

''میں نے..... کوئی جرم نہیں کیا..... میں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ ہمیشہ اس کی اطاعت کی ہے.....تم کون ہو.....!''

''کیا تم تنہا ہو.....؟''

''میں کچھ نہیں جانتی..... مجھے تھیلے میں کس نے بند کیا تھا.....کون ہو تم لوگ.....!''

اس کا پارہ چڑھا جا رہا تھا۔

حمید نے سوچا وہ تنہا تو نہ ہوگی.....ہوسکتا ہے قاسم بھی اس کے ساتھ یہاں پھکوایا گیا ہو۔ پتہ نہیں وہ عورت کس چکر میں ہے.....فریدی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے اس نے یہ کھڑاک کیا.....قاسم کے خواب سے لے کر ریڈیم کے پوشیدہ ذخائر تک ایک عجیب سا جال پھیلایا تھا.....اگر چپ چاپ ان ذخائر کو نکال لے جانا ہی مقصد تھا تو پھر فریدی کو اپنی طرف متوجہ کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

وہ ان دونوں کو وہیں چھوڑ کر نشیب میں اترتا چلا گیا۔ راستہ وہی تھا جدھر سے بوڑھا آدمی تھیلا اٹھائے دکھائی دیا تھا۔

آدھے گھنٹے کے اندر اندر اس نے پورا جزیرہ چھان مارا۔لیکن قاسم کا سراغ کہیں نہ ملا۔

چار و ناچار پھر جھونپڑے ہی کی طرف پلٹ آیا تھا۔

جینی اور میڈونا جھونپڑے کے باہر اسٹولوں پر بیٹھی نظر آئیں۔

''تم پہلے کہاں گئے تھے.....؟'' جینی نے اس سے پوچھا۔

''ایک موٹی عقل والے موٹے کو تلاش کر رہا تھا۔''

''کیا مطلب.....؟'' میڈونا چونک کر اُسے گھورنے لگی۔

''کیوں.....؟ کیا تم اُسے جانتی ہو۔'' جینی کو بھی اس کے انداز پر چونکنا پڑا تھا۔

''نہیں میں قطعی نہیں جانتی لیکن اس کی باتوں سے معلوم ہوتا ہے جیسے مجھے جانتا ہو۔''

''ہاں میں تمہیں جانتا ہوں.....موٹے کو تم نے کہاں چھوڑا تھا۔''

''جہاں میں تھی۔''

''تم کہاں تھیں.....؟''

''تم بتاؤ تم کون ہو.....پھر میں بتاؤں گی۔''

''میں ڈاکٹر زیٹو ہوں..... برما میں مادام اُولیویا کے لئے کام کرتا تھا۔ انہوں نے میری شادی ایک بری لڑکی سے کرنی چاہی تھی میں نے انکار کر دیا.....انہوں نے مجھے اپنے پاس طلب کر لیا اور کچھ دنوں کے بعد یہ سزا دی۔ یہاں اس ویران جزیرے میں بھکوا دیا۔''

لیکن مجھ سے تو کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔''

''وہ عجیب عورت ہے.....اُسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔''

''تو تم اس سے پہلے کسی عورت کے ملازم تھے۔'' جینی نے پوچھا۔

''پیدائشی خادم ہوں.....عورتوں کا.....چاہے وہ مجھے تنخواہ دیں یا نہ دیں۔ طالب علمی کے زمانے میں ایک لڑکی کا ٹیوشن کیا تھا.....اس سے ٹیوشن فیس کبھی نہ لی.....گھر کا سودا سلف بھی لا دیا کرتا تھا.....لیکن عجیب حال ہے ان کا.....ان کی پرواہ کرو تو یہ ناک بھوں چڑھاتی ہیں..... پرواہ نہ کرو تو بالکل خفا ہو جاتی ہیں۔''

''تو تم اسے بھی پہلے سے جانتے ہو.....؟'' جینی نے میڈونا کی طرف دیکھ کر پوچھا۔

''یقیناً.....!''

''اب میں تم سے بات نہیں کروں گی۔'' وہ جھلا کر بولی اور اٹھ کر جھونپڑے میں چلی گئی۔ حمید ہنسنے لگا۔

''دیکھا تم نے۔'' اس نے میڈونا سے کہا۔ ''شاید لڑکی سمجھتی ہے کہ میں پیدا ہونے کے بعد سیدھا اسی کے پاس چلا آیا ہوں۔''

''یہ کون لوگ ہیں.....؟'' میڈونا نے پوچھا۔

''کوئی بھی ہوں.....ہم میں سے تو نہیں ہو سکتے۔ بوڑھے نے کبھی مادام کا نام تک

نہیں سنا۔''

''وہ کہہ رہی تھی کہ اس وقت اس جزیرے میں ہم چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں۔''

''ٹھیک کہہ رہی تھی۔''

''آخر کیوں.....؟ میں یہاں کیوں بھیجی گئی ہوں۔''

''سزا کے طور پر..... ہاں ان دنوں تمہارے ذمہ کیا کام تھا؟''

''یہی کہ اس موٹے آدمی کو اپنے ساتھ الجھائے رکھوں۔''

''پچھلی بار تم نے اُسے کب دیکھا تھا؟''

''ارے پچھلی رات ہی ہم دونوں ساتھ تھے..... میں نے اُسے کافی میں خواب آور دوا دی تھی اور باہر چلی گئی تھی۔ پھر تھوڑی دیر بعد واپس آئی تھی اور اسے سوتا چھوڑ کر اپنی خواب گاہ میں چلی گئی تھی۔ دوسری پچھلی راتوں میں بھی یہی کرتی رہی تھی۔''

''بہرحال اس کے بعد آنکھ اس جزیرے میں کھلی۔''

''ہاں..... میری سمجھ میں نہیں آتا۔''

''مادام کو سمجھنا بے حد مشکل ہے۔'' حمید نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

''اب ہمارا کیا ہوگا۔''

''مجھے تو قطعی پرواہ نہیں ہے۔'' حمید نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

وہ اسے غور سے دیکھتی رہی۔ تھوڑی دیر بعد حمید بولا۔ ''اگر صرف اس بوڑھے سے یہاں ملاقات ہوئی ہوتی تو میں یقینی طور پر چٹان سے سر ٹکرا کر مر گیا ہوتا۔''

''میں نہیں سمجھا۔''

''کچھ سمجھنے میں جلدی کرنے کی ضرورت نہیں۔ فی الحال تھکن دور کرو۔''

اندر سے جینی نے چیخ کر کہا۔ ''میں کافی نہیں بناؤں گی۔''

''سنا تم نے.....!'' حمید مسکرا کر بولا۔ ''وہ سمجھتی ہے کہ میں تم سے بہت زیادہ متاثر ہوا ہوں۔''

''میں فی الحال تمہاری زندہ دلی برداشت کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔'' میڈونا نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

جینی نے پھر چیخ کر حمید کو اطلاع دی کہ وہ اس کے لئے کافی نہیں بنائے گی..... اور

حمید اٹھ کر اندر آیا۔ وہ منہ پھلائے کھڑی تھی۔

''کیوں کیا بات ہے..... تمہیں غصہ کیوں آ گیا۔'' حمید نے پوچھا۔

''تم اس سے بے تکلف کیوں ہو رہے ہو جبکہ وہ تمہیں جانتی تک نہیں۔''

''بس اتنی سی بات..... ارے میں تو یونہی اخلاقاً اُسے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہم خوش اخلاق لوگ ہیں اسے یہاں کوئی پریشانی نہ ہوگی۔''

''میں اُسے جھونپڑے میں تو نہ رہنے دوں گی..... اپنے لئے کہیں اور انتظام کر لے۔''

''مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں کہ وہ کہاں رہے گی۔ لیکن تم مجھ پر اس زور و شور سے اپنا حق کیوں جتا رہی ہو۔''

''نہ جتاؤں۔'' وہ آنکھیں نکال کر بولی۔

''میں نے یہ تو نہیں کہا..... خیر میں خود ہی کافی بنالوں گا۔''

''باہر چلے جاؤ چپ چاپ..... ورنہ سر توڑ دوں گی.....!'' وہ بپھر گئی اور حمید واقعی چپ چاپ باہر چلا گیا۔ میڈونا اب وہاں نہیں تھی۔ بوڑھا بھی کہیں نہ دکھائی دیا۔

حمید نے ان دونوں کو آوازیں دیں..... لیکن جواب ندارد۔ اس نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی اور اسٹول پر بیٹھ کر پائپ میں تمباکو بھرنے لگا۔

سمندری ہوا کے نم آلود جھونکے اُس کے چہرے پر چپچپاہٹ سی پیدا کر رہے تھے۔

زہریلا خون

اُس بڑے کمرے میں ہر شخص متفکر نظر آ رہا تھا۔ یہ محکمہ سراغ رسانی کے ڈی آئی جی کی کانفرنس تھی۔ ایک بڑی میز کے گرد محکمہ سراغ رسانی کے آفیسر بیٹھے ہوئے تھے اور ڈی آئی جی صدر نشین تھا۔

دفعتاً اُس نے اپنے سامنے رکھا ہوا فائیل بند کرتے ہوئے کہا۔ ''پوسٹمارٹم کی رپورٹ

بتاتی ہے کہ کسی قسم کی چوٹ ان گیارہ آدمیوں کی اموات کا باعث نہیں بنی تھی..... بلکہ ان کے جسم میں زہر کے اثرات پائے گئے ہیں.....زہر مسامات کے ذریعے جسموں میں جذب ہوکر خون میں شامل ہوگیا تھا۔''

ڈی آئی جی خاموش ہوگیا۔

وہ سب اس کا چہرہ تکے جارہے تھے.....اور وہ خود تو تھا ہی صورت سوال.....دفعتاً گھنٹی کی ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ سوئچ پر سبز رنگ کا بلب روشن ہوگیا۔

ڈی آئی جی نے سوئچ بورڈ کی طرف دیکھا اور اپنے پی اے سے بولا۔'' دیکھو.....!''

پی اے اٹھ کر ایک دروازے کی جانب بڑھا اور اُسے کھول کر دوسری طرف چلا گیا۔

ڈی آئی جی پھر حاضرین سے مخاطب ہوگیا۔

''یہ اطلاع کس نے دی تھی کہ اسے بالآخر کوئی اٹھالے گیا۔''اس نے سوال کیا۔

''میں نے جناب! یہ محض اتفاق تھا کہ میں اس وقت وہیں موجود تھا۔'' انسپکٹر ملک بولا۔''ایک ٹرک سے اس پر جال پھینکا گیا تھا..... پھر اُسی ٹرک سے فائرنگ بھی ہوئی تھی.....اور وہ لوگ اُسے اٹھا کر صاف نکل گئے تھے۔''

''پھر تم نے کیا کیا.....؟''

''میرے پاس اس وقت گاڑی بھی نہیں تھی جناب.....! فوری طور پر کوئی اور ذریعہ بھی ہاتھ نہ آسکا کہ میں ٹرک کا تعاقب کرتا۔''

''فائرنگ سے کوئی زخمی ہوا تھا.....؟''

''نہیں جناب! میرا خیال ہے کہ انہوں نے دہشت پھیلانے کیلئے ہوائی فائر کئے تھے۔''

اتنے میں ڈی آئی جی کا پی اے واپس آ گیا اور اس نے اُسے ایک چٹ دی۔

چٹ پر نظر ڈالتے ہی ڈی آئی جی اٹھ گیا۔

''آپ لوگ تشریف رکھیں.....میں ابھی آیا۔''

پھر وہ بھی اسی دروازے کی طرف بڑھ گیا جس سے کچھ دیر قبل پی اے گیا تھا۔

دفعتاً انسپکٹر آصف نے جھک کر ملک سے سرگوشی کی۔''تم نے ٹرک والی ہوائی چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔''

''ہوائی.....؟''

''ہوائی ہی کہنا چاہئے.....!'' آصف کے لہجے میں بے اعتباری تھی۔

''کاش تم نے ڈی آئی جی صاحب کے سامنے اپنی رائے ظاہر کی ہوتی۔'' انسپکٹر ملک نے تلخ لہجے میں کہا۔

''تو کیا ہوتا.....؟'' آصف نے آنکھیں نکالیں۔ ''کیا یہاں کوئی ڈسپلن ہے..... قوائد وضوابط کے تحت بھی کوئی کارروائی ہوتی ہے۔''

''یہ تم دوسرا غیر ذمہ دارانہ الزام محکمے کو دے رہے ہو۔''

''الزام.....!'' آصف بدستور خراب لہجے میں بولا۔ ''کیا فریدی کے خلاف کوئی محکمہ جاتی کارروائی ہوئی ہے؟''

''سوال نہیں نہیں پیدا ہوتا..... دونوں دو ماہ کی چھٹی پر ہیں..... کیس ملٹری انٹیلی جنس کے ہاتھ میں جاتے ہی انہوں نے دو ماہ کی چھٹی کی درخواست دی تھی جو فوراً منظور کرلی گئی تھی..... ڈیپارٹمنٹل کارروائی اُس وقت ہوتی جب جنرل قادری ڈیپارٹمنٹ سے رجوع کرتے۔ ان کے خلاف باضابطہ طور پر کوئی شکایت ڈیپارٹمنٹ کو موصول نہیں ہوئی اسلئے۔''

''جی ہاں..... جی ہاں..... سب جانتے ہیں..... وہ کبھی کوئی کچا کام تو کرتا ہی نہیں لیکن قدر و عافیت معلوم ہوگی اب..... جنرل قادری بڑا بھیانک اور خودسر آدمی ہے۔ اُس نے ڈیپارٹمنٹ سے رجوع کرنے میں اپنی توہین سمجھی ہوگی۔ خود ہی نپٹے گا۔''

انسپکٹر ملک کچھ نہ بولا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ انسپکٹر آصف کی بکواس کو بکواس ہی سمجھ رہا ہو۔

اتنے میں ڈی آئی جی واپس آ گیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں غیر معمولی طور پر چمک رہی تھیں۔

وہ چند لمحے خاموش رہا پھر اونچی آواز میں بولا۔ ''وہ نیگرو دیوانہ ہاتھ آ گیا ہے..... مینٹل ہسپتال میں ہے۔ ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ اس کا خون زہریلا ہے..... اتنا زہریلا کہ اگر کسی دوسرے جسم پر لگ جائے تو اس کی موت واقع ہوسکتی ہے۔''

اسکے خاموش ہوتے ہی عجیب سا سناٹا طاری ہوگیا۔ کسی میں بھی کسی قسم کا سوال کرنے

کی سکت نہیں رہی تھی۔ کسی نے اس اطلاع کا ذریعہ بھی معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی۔
اور پھر یہ کیس سپرنٹنڈنٹ جواد کے سپرد کر دیا گیا۔

پیٹر مچکوف کی گاڑی شہر کی سڑکوں پر چکراتی پھر رہی تھی۔ اُسے اطلاع ملی تھی کہ اس کا تعاقب کیا جا رہا ہے۔ آگے پیچھے درجنوں گاڑیاں رواں دواں تھیں۔ لیکن اُس سفید کار نے اب تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ پیٹر مچکوف نے کئی بار اُسے ڈاج بھی دینے کی کوشش کی .....لیکن کامیابی نہ ہوئی۔

اولیویا نارمن نے اُسے ہدایت کی تھی کہ وہ تنہا باہر نہ نکلے ہمیشہ ایک گاڑی نگرانی کے لئے پیچھے ہونی چاہئے۔

اس وقت اسی گاڑی سے اس تعاقب کی اطلاع ملی تھی اور اُس نے عقب نما آئینے کا زاویہ اس طرح بدلا تھا کہ اس گاڑی پر بھی نظر رکھ سکے۔ اُس نے بایاں ہاتھ اسٹیئرنگ سے ہٹا کر ڈیش بورڈ کے ایک خانے سے ریسیور نکالا اور ماؤتھ پیس میں بولا۔

''ہیلو.....اب کیا پوزیشن ہے تمہاری.....؟''

دوسری طرف سے آواز آئی۔ ''سفید گاڑی کے پیچھے دو گاڑیاں ہیں اس کے بعد ہم ہیں جناب۔''

''ٹھیک ہے..... یونہی چلتے رہو۔'' اُس نے ماؤتھ پیس میں کہا اور ریسیور کو پھر ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

اب وہ اولیویا نارمن کی دوسری ہدایت پر عمل کرنے جا رہا تھا۔

اس نے کہا کہ جب بھی کوئی اس کا تعاقب کرے سیدھا تجرباتی زراعتی فارم کی طرف چلا آئے۔ اُس نے ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی جلد ہی شہر کے باہر نکل آئی.....اب

آگے پیچھے تین گاڑیاں اسی سڑک پر دوڑ رہی تھیں۔

پیٹر مچکوف اپنی کارگذاری پر خوش ہو رہا تھا۔ ضروری نہیں تھا کہ شکار بذات خود موجود ہو گاڑی میں.....اس کا کوئی آدمی ہی سہی.....کسی پر تو ہاتھ پڑے.....اسکے بعد دیکھا جائے گا۔

سڑک سنسان تھی۔ وہ گاڑی کی رفتار تیز کرتا رہا۔ عقب نما آئینے پر بھی نظر رکھی۔ تینوں گاڑیوں کے درمیان فاصلے یکساں رہے.....اس کی اپنی تیز رفتاری کی بناء پر بھی اُن میں فرق نہیں پڑ سکا تھا۔

بالآخر زراعتی فارم تک جا پہنچا اور اپنی گاڑی پھاٹک میں موڑ دی۔ لیکن پھر اُس کا پاؤں ایکسیلریٹر پر کانپنے لگا کیونکہ سفید گاڑی بھی پھاٹک ہی میں مڑی تھی اور تیسری کو تو مڑنا ہی تھا۔

عمارت کے سامنے گاڑی روکنے سے پہلے ہی اس نے بغلی ہولسٹر سے ریوالور بھی نکال لیا۔

اس کے بعد پچھلی دونوں گاڑیاں بھی رکی تھیں اور پیٹر مچکوف ریوالور لئے ہوئے اپنی سیٹ سے کودا تھا۔

دفعتاً سفید گاڑی سے ایک بے حد سریلا قہقہہ سنائی دیا اور پیٹر جہاں تھا وہیں رک گیا۔

اس کی آنکھیں گویا چندھیا گئی تھیں.....وہ ایسا ہی دلکش اور آنکھوں کو خیرہ کر دینے والا چہرہ تھا.....اس کا ریوالور والا ہاتھ کانپ گیا اور وہ ہنستی ہوئی سفید گاڑی سے اُتر آئی۔

''میں کئی دنوں سے تمہارا پیچھا کر رہی ہوں.....!'' وہ دلآویز لہجے میں بولی۔

''کک.....کیوں.....!'' پیٹر مچکوف ہکلایا۔

''لمبی کہانی ہے! کیا تم مجھ سے اندر چلنے کو نہ کہو گے۔''

''اوہ.....ہاں.....ہاں.....چلو.....!'' اس نے ریوالور کی نال سے برآمدے کی طرف اشارہ کیا۔ وہ بڑی بے نیازی سے برآمدے کی سیڑھیوں پر چڑھتی چلی گئی۔ تیسری گاڑی میں بیٹھے ہوئے آدمی کو بھی اندر آنے کا اشارہ کرتا ہوا وہ اس عورت کے پیچھے چلنے لگا تھا۔

''اب کدھر چلوں.....؟'' اُس نے برآمدے میں رک کر پیٹر سے پوچھا۔

تیسری گاڑی والا بھی اتنی دیر میں ان کے قریب پہنچ چکا تھا۔

اتنی دیر میں پیٹر مچکوف اپنی حالت پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے ریوالور کی نال اس کی طرف اٹھاتے ہوئے تلخ لہجے میں کہا۔ ''خاموشی سے دروازے میں داخل ہو جاؤ

اور مڑ کر دیکھے بغیر چلتی رہو۔''

وہ مسکرائی اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔ پیٹر متحیر تھا۔ اس نے تیسری گاڑی والے کو برآمدے ہی میں رکنے کا اشارہ کیا اور اس عورت کے پیچھے چلتا رہا..... اب وہ خود بخود اسی طرف چلی جارہی تھی جدھر اُسے لے جانا تھا..... وہ اُسے سیدھا اولیویا نارمن کے کمرے میں لے جانا چاہتا تھا۔

وہ وہیں رک کر اس کی طرف مڑی اور بولی ''تم روز بروز احمق ہوتے جارہے ہو۔'' پھر ہنس پڑی..... اور پیٹر مچکوف ریوالور پھینک کر اُس کے سامنے دوزانو ہوگیا۔

''اٹھو.....!'' وہ سخت لہجے میں بولی اور پیٹر مچکوف اس طرح سیدھا کھڑا ہوگیا جیسے لفظ ''اٹھو'' اسے حرکت میں لے آنے والی مشین کا اسٹارٹنگ سوئچ رہا ہو۔

''مم..... مادام کے سینکڑوں روپ ہیں..... بلا شبہ.....!'' وہ کانپتا ہوا بولا۔ ''میں نے آپ کو اس وقت پہچانا جب آپ نے اپنے مخصوص لہجے میں مجھے احمق کہا۔''

''اور یہ لہجہ بھی صرف تمہارے لئے مخصوص ہے۔'' وہ لاپرواہی سے بولی۔ ''میرا کوئی لہجہ نہیں..... بسا اوقات میں اپنی آواز خود نہیں پہچان سکتی۔''

''از منہ قدیم کے لوگ آپ کو دیوی سمجھتے مادام.....!'' پیٹر گھگھیایا۔

''میں اس وقت تمہیں صرف یہ بتانا چاہتی تھی کہ تم نے اپنی نگرانی کے لئے مناسب آدمی کا انتظام نہیں کیا..... میں نے ہی تمہیں مردانہ آواز میں آگاہ کیا تھا کہ ایک سفید کار تمہارے تعاقب میں ہے..... لیکن تمہارا آدمی بالکل احمق ثابت ہوا..... وہ اندازہ ہی نہ کرسکا کہ میں تمہارا تعاقب کررہی ہوں۔''

دفعتاً پشت سے کھکارنے کی آواز آئی اور وہ دونوں چونک کر دروازے کی طرف متوجہ ہوگئے۔ تیسری کار والا سفید فام آدمی دروازے میں کھڑا نظر آیا۔

''تم یہاں.....؟'' پیٹر غرایا۔ ''میں نے تمہیں برآمدے میں رکنے کو کہا تھا.....!''

''موسیو مچکوف میں معافی چاہتا ہوں..... مجھ سے زبردست غلطی ہوئی۔''

''کیا مطلب.....؟''

''آپ نے مجھ سے یہ قطعی نہیں کہا تھا کہ اگر کوئی عورت بھی تعاقب کرے تو مجھے مطلع

کر دینا۔'' وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

''موسیو! دوسری بات یہ کہ ابھی ابھی سرخ رنگ کی ایک اسپورٹ کار فارم کے پھاٹک پر رکی تھی.....اور اُسے ڈرائیو کرنے والے نے ٹیلی سکوپ لگا کر اندر کا جائزہ لیا تھا اور پھر وہ کار تیزی سے آگے بڑھ گئی تھی۔''

''اوہ.....!'' اولیویا نے پیٹر کی طرف دیکھا اور آنکھوں کی جنبش سے کسی قسم کا اشارہ کیا۔

''چلو.....!'' پیٹر دروازے کی طرف جھپٹا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر دوڑتا چلا گیا۔

دونوں باہر آئے اور پیٹر نے اس سے بھی اپنی ہی گاڑی میں بیٹھنے کو کہا۔

یہ جگہ اتنی کشادہ تھی کہ گاڑی کو بیک کیا جا سکتا۔

پیٹر خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور دوسرا آدمی اس کے برابر بیٹھا ہوا تھا۔

پیٹر گاڑی کو پھاٹک تک لایا.....اور دوسرے آدمی نے کہا۔''دائیں جانب موسیو۔''

''کیا اس گاڑی میں ایک ہی آدمی تھا.....؟'' پیٹر نے گاڑی موڑتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں موسیو.....! وہ بہت تیز رفتاری سے گیا تھا۔''

پیٹر نے ایکسیلریٹر پر دباؤ ڈالا اور گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

''کیا آپ اس عورت کو وہیں چھوڑ آئے ہیں موسیو۔''

''اپنے کام سے کام رکھو۔''

''آپ نے اس پر ریوالور نکالا تھا۔''

''کُہلر خاموش رہو۔''

''بہت اچھا موسیو.....لیکن میں اپنی اس غفلت پر ہمیشہ نادم رہوں گا۔ اوہ.....

موسیو.....وہ سفید گاڑی پھر ہمارے پیچھے آ رہی ہے۔''

''میں نے تم سے کہا ہے کہ خاموش بیٹھو۔''

''بہت بہتر موسیو۔''

پیٹر عقب نما آئینے میں مادام اولیویا نازمن کی گاڑی دیکھ رہا تھا۔

اس نے گیئر بدل کر گاڑی کی رفتار میں مزید اضافہ کیا۔

اسپیڈو میٹر کی سوئی ساٹھ اور ستر کے درمیان جھول رہی تھی۔لیکن کافی فاصلہ طے کر لینے

کے بعد بھی سرخ رنگ کی اسپورٹ کار کہیں نہ دکھائی دی۔

''کیا وہ آسمان پر اڑ گئی۔'' پیٹر بڑبڑایا۔

''کون موسیو.....؟''

''تمہاری اسپورٹ کار.....!'' پیٹر جھنجھلا کر بولا۔

''اب کون کہہ سکتا ہے کہ وہ سیدھی ہی گئی ہو..... ہوسکتا ہے کہ وہیں کہیں کسی کچے راستے پر مڑ گئی ہو۔''

''کُہلر.....!''

''ہاں موسیو.....!''

''تم سچ مچ گدھے ہو..... تم اندر کیوں آئے تھے۔ تمہیں وہیں سے اس کا پیچھا کرنا چاہئے تھا۔''

''موسیو..... میں پہلے ہی اپنی نالائقی کا اعتراف کر چکا ہوں۔ اس کام کے لئے قطعی موزوں نہیں۔''

''ہاں..... اب میرا بھی یہی خیال ہے۔''

''تو پھر واپس چلیں موسیو۔''

''خاموش رہو۔'' پیٹر دانت پیس کر بولا۔

دفعتاً ڈیش بورڈ والے ٹرانسمیٹر پر اشارہ موصول ہوا اور اس نے خانے سے ریسیور نکال لیا۔ دوسری طرف سے اولیویا کی آواز آئی۔

''ہیلو..... مچکوف.....!''

''یس مادام.....!''

''مناسب ہوگا کہ واپسی کے لئے گاڑی موڑ لو۔''

''بہت بہتر.....!'' مچکوف نے کہا اور گاڑی کی رفتار کم کر دی۔ اب وہ اسے موڑ رہا تھا۔

''موسیو..... موسیو.....!'' کُہلر نے کچھ کہنا چاہا۔

''تم پھر بولے۔''

''معافی چاہتا ہوں موسیو۔''

سفید گاڑی پہلے ہی مڑ گئی تھی۔ پیٹر مچکوف کے چہرے پر ناگواری کے اثرات صاف پڑھے جاسکتے تھے۔

''موسیو.....!'' کُہلر نے کچھ کہنا چاہا۔

''تم زبان بند نہیں رکھ سکتے۔''

''موسیو.....صرف ایک بات.....!''

''بکو.....!''

''کیا سفید گاڑی میں مادام تشریف رکھتی ہیں۔''

''ہاں.....!'' مچکوف کی زبان سے غیر ارادی طور پر نکلا پھر وہ سنبھل کر بولا۔''میں اسے پسند نہیں کرتا کہ میرے آدمی ان معاملات میں الجھیں جن سے انہیں کوئی سروکار نہیں۔''

''بہت بہتر موسیو.....میں شرمندہ ہوں۔''

''شرمندگی تمہارا تکیہ کلام بن کر رہ گئی ہے۔''

''مجھے بچپن ہی سے ٹریننگ ملی تھی کہ اپنی غلطیوں پر نادم ہوا کروں۔''

''نادم ہو بھی چکو کسی صورت سے.....تم نے تو میرا دماغ چاٹ کر رکھ دیا۔''

''مجھے افسوس ہے موسیو! میں اس پر بھی شرمندہ ہوں۔''

''شٹ اپ.....!'' پیٹر مچکوف حلق کے بل چیخا۔

اور کُہلر نے دونوں ہاتھوں سے اپنے ہونٹ بھینچ لئے۔

تھوڑی دیر بعد دونوں گاڑیاں دوبارہ زراعتی فارم کے پھاٹک میں داخل ہوئیں۔

اولیویا سب سے پہلے گاڑی سے اُتر کر اندر گئی تھی۔

''یہ.....یہ.....!'' کُہلر ہکلایا۔''مم.....مم.....مادام.....!''

''کُہلر .....شٹ اپ.....! ورنہ زندگی سے ہاتھ دھوؤ گے۔'' پیٹر اپنی گاڑی سے اترتا ہوا بولا۔''تم یہیں ٹھہرو.....جا کر اپنی گاڑی میں بیٹھو۔''

''بہت بہتر موسیو.....!''

پیٹر مچکوف اسے وہیں چھوڑ کر اندر آیا۔

اولیویا اس کمرے کے وسط میں کھڑی تھی جہاں کچھ دیر پہلے وہ دونوں ملے تھے۔

''یہ آدمی تمہارے پاس کب سے ہے پیٹر.....!'' اس نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

''چھ سات سال سے مادام.....!''

''اس عرصے میں یہ اس کی پہلی حماقت تھی یا پہلے بھی اس قسم کی حرکتیں کرتا رہا ہے۔''

''مادام وہ صرف بکواس کرتا ہے..... عملی حماقت اس سے کبھی سرزد نہیں ہوئی۔ میرے آدمیوں کو فریدی کی تلاش ہے مادام..... اسی لئے اس نے آپ کو نظر انداز کیا ہوگا۔''

''کیا تمہیں یقین ہے کہ اُس نے سرخ رنگ کی اسپورٹ کار کے متعلق صحیح اطلاع دی تھی۔''

''اُس نے کبھی دھوکہ نہیں دیا۔''

''نسلاً جرمن ہی ہے۔''

''ہاں مادام.....!''

''اُسے بلالاؤ۔''

پیٹر مچکوف تیزی سے چلتا ہوا برآمدے میں آیا لیکن باہر کُہلر کی گاڑی موجود نہیں تھی۔ وہ کھڑا احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔

پھر پشت پر قدموں کی چاپ سن کر پلٹا..... اولیویا نارمن دروازے پر کھڑی تھی۔

''کیوں.....؟ کیا ہوا.....!'' اولیویا نے طنزیہ انداز میں پوچھا۔

''وہ شائد چلا گیا مادام.....!'' پیٹر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''کیا تم نے اُس سے رکنے کو کہا تھا.....؟''

''ہاں مادام..... اسی پر تو حیرت ہے.....!'' پیٹر مچکوف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ''میں نے اُسے اندر آنے کو منع کر دیا تھا..... ہوسکتا ہے اُس نے پھر کچھ دیکھا ہو..... اوہ..... ٹھہریئے مادام.....!''

وہ اپنی گاڑی کی طرف لپکا تھا..... اسٹیرنگ سے ایک مڑا تڑا کاغذ پھنسا نظر آیا..... اس نے اُسے نکال کر پھیلایا..... بغور دیکھا..... مسکرایا اور پھر برآمدے کی طرف بڑھ گیا۔

پھر اُس نے وہ کاغذ اولیویا کی طرف بڑھا دیا۔

''اسپورٹ کار پھر دکھائی دی ہے موسیو! میں اُس کے تعاقب میں جا رہا ہوں۔ ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم رکھوں گا۔ وہ شہر کی طرف واپس گئی ہے.....!'' اولیویا نے کاغذ کی تحریر اونچی آواز

میں پڑھی۔

''میں تو اب آرام کروں گی۔'' وہ تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔

پیٹر مچکوف احتراماً جھکا اور اس کی طرف پشت کئے بغیر الٹا چلتا ہوا زینوں تک آیا۔ پھر تیزی سے مڑ کر گاڑی میں آ بیٹھا۔

پھاٹک پر پہنچنے سے قبل ہی اُس نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹرانسمیٹر کا ریسیور نکال لیا تھا۔

''ہیلو.....ہیلو.....!'' وہ ماؤتھ پیس میں بولا۔

''ہیلو.....اٹ از کُہلر .....موسیو.....! وہ پتہ نہیں کس رفتار سے ڈرائیو کر رہا ہے۔ تار جام والی سڑک کے موڑ تک پہنچ چکا ہوں لیکن ابھی تک اس کا کوئی پتہ نہیں۔ اب یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ یہاں سے شہر کی طرف گیا ہوگا یا تار جام کی طرف.....!''

''تم اُس موڑ پر رک کر میرا انتظار کرو.....اُوور اینڈ آل.....!'' پیٹر نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور ریسیور پھر ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا۔

اسکی گاڑی کی رفتار بڑھتی رہی اور بالآخر اُس موڑ تک آ پہنچا۔ سڑک کے کنارے کُہلر کی گاڑی موجود تھی۔ پیٹر مچکوف نے گاڑی روک دی اور کُہلر دوڑ کر کھڑکی کے قریب آیا۔

''تمہیں وہم تو نہیں ہوا تھا کُہلر .....!'' وہ اُسے گھورتا ہوا بولا۔

''موسیو.....یقین کیجئے.....ورنہ مجھے خواہ مخواہ کی بھاگ دوڑ سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔''

''اب میں بُری طرح تھک گیا ہوں کُہلر .....میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مادام کی اسکیم کیا ہے۔''

''میں دیکھ رہا ہوں موسیو.....آپ کو آرام کی ضرورت ہے.....کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ کچھ دن آرام کر لیں اور میں آپ کے فرائض انجام دوں۔''

''نہیں.....! وہ میرے علاوہ اور کسی پر اتنا اعتماد نہیں کر سکتی۔''

''اور آپ میرے علاوہ اور کسی پر اتنا اعتماد نہیں کر سکتے۔ کوئی فرق نہیں پڑے گا۔''

''تم نہیں جانتے۔'' وہ مغموم لہجے میں بولا۔ ''میں اُسے دھوکہ نہیں دے سکتا.....میرا ذہن اس کا غلام بن کر رہ گیا ہے.....میں اس سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔''

''میں دھوکہ دینے کو نہیں کہہ رہا ہوں موسیو.....کیا میں آپ کو دھوکہ دے سکتا ہوں۔

لیکن دو گھنٹے کی نیند کی خاطر آپ سے جھوٹ ضرور بول سکتا ہوں۔''

پیٹر نے اُسے گھور کر دیکھا۔

''لیکن میں نے ابھی تک ایسا نہیں کیا.....!'' کُہلر جلدی سے بول پڑا۔

''میں تمہیں اچھی طرح جانتا ہوں۔'' پیٹر بے اعتباری سے مسکرایا۔

''تو پھر چلئے تھوڑا وقت سیر و تفریح میں گزرنا چاہئے۔''

''کہاں چلوں.....؟''

''جہاں میں لے چلوں.....!''

پیٹر تھوڑی دیر تک کچھ سوچتا رہا پھر سر ہلا کر بولا۔ ''چلو.....!''

دونوں گاڑیاں تیز رفتاری سے شہر کی جانب روانہ ہوئی تھیں۔ کُہلر کی گاڑی آگے تھی۔

اچانک ایک جگہ اُس نے باہر ہاتھ نکال کر رکنے کا اشارہ کرتے ہوئے پورے بریک لگائے۔ گاڑی شور کے ساتھ رکی۔

پیٹر نے بھی گاڑی روک دی..... اس نے کُہلر کو گاڑی سے اُتر کر بائیں جانب دوڑتے دیکھا۔

وہ کمر کمر تک اونچی جھاڑیوں میں رکا اور مڑ کر پیٹر کے لئے ہاتھ ہلانے لگا۔

پیٹر پہلے ہی گاڑی سے اُتر چکا تھا۔ تیزی سے اس کی طرف بڑھا۔

''وہ رہی.....!'' کُہلر نے جھاڑیوں میں ایک جانب اشارہ کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔

سرخ رنگ کی اسپورٹ کار کا کچھ حصہ جھاڑیوں کے درمیان دکھائی دے رہا تھا۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی طرف بڑھنے لگا۔

قریب پہنچ کر انہوں نے دیکھا کہ گاڑی الٹی پڑی ہے۔ وہ چاروں طرف پھر کر اس کا جائزہ لیتے رہے۔ ایک دروازے سے کپڑے کا ایک ٹکڑا الجھا نظر آیا۔

''شائد..... وہ بچ گیا.....!'' کُہلر نے آہستہ سے کہا۔ ''یہ دیکھئے اس کے نیچے سے نکلتے وقت قمیض پھٹ گئی اور یہ ٹکڑا یہیں الجھ گیا۔''

پیٹر کچھ نہ بولا۔ وہ چاروں طرف نظر دوڑا رہا تھا۔

''میں جانتا تھا کہ اس کی تیز رفتاری ضرور گل کھلائے گی۔'' کُہلر پھر بولا۔

''ہوں.....اُوں.....اگر وہ زیادہ زخمی ہوا ہے تو یہیں کہیں چھپا ہوا ملے گا.....!''

پیٹر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔''آؤ تلاش کریں.....!''

وہ آگے بڑھے اور کچھ دور جا کر انہوں نے طے کیا کہ مختلف سمتوں میں تلاش جاری رکھی جائے۔

میک اَپ کا ماہر

دس بجے رات کو پیٹر نے اولیویا نارمن کی فون کال ریسیو کی.....وہ اُسے شہر ہی کی ایک عمارت میں طلب کر رہی تھی.....اور دس منٹ کے اندر اندر اُسے وہاں پہنچنا تھا۔

فاصلہ زیادہ نہیں تھا.....لیکن راستے میں کئی چوراہے پڑتے تھے۔ لہٰذا اُسے خدشہ تھا کہ سگنل نہ ملنے کی بناء پر دس منٹ سے زیادہ بھی صرف ہو سکتے تھے۔

بہرحال وہ چل پڑا تھا.....اور اس بار کُہلر کی بجائے اس کا دوسرا اسسٹنٹ بن پولان اس کی نگرانی کر رہا تھا.....یہ ایک اسپینی پہلوان تھا.....اور مکہ بازی میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا.....ٹھنڈے دماغ کا ہنسوڑ آدمی تھا.....اور کسی حد تک پیٹر سے بے تکلف بھی تھا.....لیکن یہ بے تکلفی اُسی وقت ظاہر ہوتی جب آس پاس کوئی تیسرا موجود نہ ہوتا۔

منزل مقصود پر پہنچ کر پیٹر نے اُسے اشارہ کیا کہ وہ اپنی گاڑی میں بیٹھ کر اُس کی واپسی کا انتظار کرے۔

وہ عمارت میں داخل ہوا.....صدر دروازہ کھلا ہوا ملا تھا۔ اندر سارے کمرے بھی روشن تھے۔ لیکن کوئی آدمی نہ دکھائی دیا۔

اس نے سوچا ممکن ہے اُسے جال میں پھانسنے کی کوشش کی جا رہی ہو۔ لہٰذا واپسی کے لئے مڑا ہی تھا کہ اولیویا کی آواز آئی۔''ٹھہرو۔''

وہ چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا.....لیکن وہ نہ دکھائی دی۔

''میری باتوں کا جواب دو.....اس وقت تم مجھے دیکھ نہیں سکو گے۔''

''جیسی مادام کی مرضی.....!'' پیٹر نے بڑے ادب سے کہا۔

''کُہلر کہاں ہے.....؟''

''میں اس کی کہانی سنانا چاہتا تھا مادام.....اگر آپ یاد نہ فرماتیں تو خود ہی حاضر ہوتا۔''

''کہاں حاضر ہوتے؟''

''زراعتی فارم میں.....!''

ہلکے سے قہقہے کے ساتھ کہا گیا۔''اُسے بھول جاؤ.....اور اب اُدھر کا رخ بھی نہ کرنا.....اب میں وہاں نہ ملوں گی.....!''

''جیسی مادام کی مرضی.....!''

''جلدی کرو.....میرے پاس وقت کم ہے.....کُہلر کی کہانی.....!''

''ہاں مادام..... وہ تارجام والے موڑ پر رک گیا تھا..... فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ اسپورٹس کار شہر کی طرف گئی ہوگی یا تارجام کی طرف.....میرے وہاں پہنچنے پر اُس نے اس دشواری کا ذکر کیا۔ پھر ہم میں طے پایا کہ ہم شہر کی طرف واپس جائیں.....کچھ دور چلے تھے کہ سڑک کے کنارے جھاڑیوں میں ہم نے سرخ رنگ کی ایک اسپورٹ کار الٹی ہوئی دیکھی..... ڈرائیور کا کہیں پتہ نہ تھا..... یقیناً وہ بُری طرح زخمی ہوا ہوگا..... ہم نے جھاڑیوں میں اُس کی تلاش شروع کردی.....کچھ دور تک ساتھ رہے پھر مخالف سمتوں میں الگ الگ تلاش کرنے کی ٹھہری.....کافی دیر ہوگئی لیکن اس کا سراغ نہ ملا.....میں سڑک پر واپس آ گیا.....کُہلر کی گاڑی خالی تھی۔ آدھے گھنٹے تک اس کا انتظار کرتا رہا لیکن وہ واپس نہ آیا۔ تھک ہار کر میں نے ٹرانسمیٹر پر بن پولان سے رابطہ قائم کر کے اسے وہاں طلب کرلیا۔''

''میں پوچھ رہی تھی کہ کُہلر کہاں ہے؟'' اولیویا کی آواز میں غصے کی جھلکیاں تھیں۔

''مادام.....اس کے بعد سے وہ اب تک لاپتہ ہے۔''

''میں نہیں جانتی تھی کہ تم اتنے ناکارہ ثابت ہوگے۔''

''میرا قصور مادام.....!''

''کُہلر فریدی کا آدمی تھا۔''

''آٹھ سال سے مادام.....!''

''شٹ اپ..... کُہلر کے میک اپ میں فریدی کا کوئی آدمی۔''

''اب میں کیا عرض کروں مادام.....!''

''میرے سوالات کے جواب ہوش مندی سے دو..... یہ بتاؤ کہ الٹی ہوئی کار تم نے کس وقت دریافت کی تھی۔''

''غالباً تین بج رہے ہوں گے مادام.....!''

''ڈرائیور کی تلاش میں کتنا وقت ضائع ہوا تھا۔''

''دو گھنٹے سے کسی طرح کم نہیں کہا جاسکتا مادام..... میں نے ٹھیک پانچ بجے واپسی کے لئے اپنی گاڑی اسٹارٹ کی تھی۔''

''اور ٹھیک ساڑھے چار بجے پولیس نے زراعتی فارم پر ریڈ کیا تھا۔'' اولیویا کی آواز آئی۔

''نہیں.....!'' پیٹر اچھل پڑا۔

''انہوں نے کسی مفرور ملزم کی تلاش کا بہانہ کیا تھا۔''

''لیکن آپ کو کوئی نہ پہچان سکا ہوگا۔'' پیٹر خوش ہو کر بولا۔

''خاموشی سے سنو۔'' اولیویا کا لہجہ تلخ تھا۔

پیٹر کچھ نہ بولا۔ اولیویا کہتی رہی۔ ''بنیادی غلطی مجھ سے ہوئی ہے اور اب میں اس کا ازالہ کرنا چاہتی ہوں۔''

پیٹر خاموش رہا۔

''کیا تم سو گئے.....!'' وہ جھنجھلا کر بولی۔

''میں سن رہا ہوں مادام.....!'' وہ مضمحل سی آواز میں کراہا۔

''مجھے تم سے براہِ راست تعلق نہ رکھنا چاہئے تھا۔''

''مادام مجھ سے زیادہ دانش مند ہیں۔''

''طنز کر رہا ہے مجھ پر.....!''

''ہرگز نہیں مادام.....!'' وہ بوکھلاہٹ میں جھکتا ہوا بولا۔ ''میری یہ مجال نہیں! خیال مجھے بھی ہوا تھا کہ براہِ راست تعلق رکھنا مناسب نہیں لیکن آپ کو مشورہ دینے کی ہمت نہیں

پڑی تھی۔''

''میں کئی سال سے فریدی کے چکر میں ہوں لیکن آج تک اُس پر ہاتھ نہیں ڈال سکی.....اب یہ میری زندگی اور موت کا سوال ہے۔''

''اُسے تو راہ چلتے گولی ماری جاسکتی تھی مادام.....!''

''احمقانہ خیال ہے.....اس سے پہلے نہ جانے کتنوں نے کوشش کرڈالی لیکن وہ آج بھی زندہ ہے۔''

''مادام گستاخی ضرور ہے.....لیکن ایک سوال کی اجازت دیجئے.....!''

''کیا بات ہے؟''

''آپ فریدی کو اپنی طرف متوجہ کیوں کرنا چاہتی تھیں۔ خاموشی سے اس پر ہاتھ کیوں نہیں ڈال دیا.....؟''

''جو کچھ ہم جھیل میں تلاش کررہے تھے اسے چھپ چھپ کر تلاش کرنا ممکن نہیں رہا تھا۔ کیونکہ اس میں ایک اور پارٹی بھی دلچسپی لے رہی تھی۔ یہاں کی حکومت اس سے بے خبر تھی۔ میں نے سوچا کیوں نہ یہاں کی حکومت ہی اسے تلاش کرائے.....اور جب وہ چیز برآمد ہوجائے تو پھر میں اس پر ہاتھ صاف کردوں۔''

''عقل و دانش میں مادام کا ہم پایہ کوئی نہ ملا آج تک۔'' وہ پرجوش لہجے میں بولا۔

''فریدی میری اس چال کو سمجھ گیا ہے اور مجھ سے قطعی طور پر پوشیدہ رہ کر میری نگرانی کرنا چاہتا ہے۔''

''لیکن مجھے یقین ہے کہ مادام کے ہاتھوں شکست کھائے گا۔''

''میری شان میں قصیدے پڑھنے کی بجائے اپنے حواس یکجا کرنے کی کوشش کرو۔'' وہ تلخ لہجے میں بولی۔

وہ کچھ نہ بولا۔ اس نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا تھا اور اس کے چہرے پر شرمندگی کے آثار تھے۔

''تم یہ نہ سمجھو کہ اس کی دسترس سے دور ہو.....وہ مجھ پر ہاتھ ڈالنے سے پہلے تم لوگوں کو ہرگز نہیں چھیڑے گا۔''

''میں پوری طرح ہوشیار ہوں مادام.....!''

''بکواس بند کرو.....میرا تو خیال ہے کہ کُہلر کے روپ میں فریدی بذات خود تھا۔''

''نن.....نہیں مادام.....!''

''وہ میک اپ کا ماہر ہے.....دنیا کی کئی زبانیں اہل زبان کی طرح بول سکتا ہے۔ کئی طرح کی آوازیں بدل سکتا ہے۔ حیرت انگیز صلاحیتوں کا مالک ہے۔''

''لیکن اس کی آنکھیں کرنجی تو نہیں ہیں مادام.....کُہلر کی آنکھیں کرنجی ہیں..... ماہر ترین میک اپ کرنے والا بھی آنکھوں کی رنگت نہیں بدل سکتا۔''

''پلاسٹک کی دریافت نے یہ مشکل بھی آسان کردی ہے.....صرف مہارت چاہئے۔ وہ.....تم پھر باتوں میں وقت ضائع کرنے لگے.....وہاں وہ موٹا اب کس اسٹیج میں ہے۔''

''عنقریب پاگل ہوجائے گا.....اُسے بھانت بھانت کے ڈراؤنے اور حیرت انگیز حالات سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے۔ پھر ذہنی توازن کھو دینے کے بعد ہی وہ دوسرے اسٹیج کے لئے کارآمد ہوسکے گا.....پورے چھ ماہ صرف ہوں گے مادام.....!''

''اوہ ٹھیک یاد آیا.....ابھی تمہاری باخبری اور ہوش مندی کا امتحان بھی ہوا جاتا ہے۔ ذرا یہ تو بتاؤ اس دیوانے کا کیا ہوا جس پر جال پھینکا گیا تھا۔''

''وہ.....وہ.....مادام.....اس کا تو پھر پتہ ہی نہیں چل سکا تھا۔''

''وہ مینٹل ہاسپٹل میں ہے اور اس کا گہری نظر سے جائزہ لیا جارہا ہے۔ انہوں نے یہ بھی معلوم کرلیا ہے کہ اس کا زہریلا خون ہی ان گیارہ آدمیوں کی موت کا سبب بنا تھا۔''

''مم.....مادام.....!''

''بس.....اب مزید بکواس کی ضرورت نہیں۔ میں جب چاہوں گی تم سے رابطہ قائم کرلوں گی.....اُسے اچھی طرح سمجھ لو کہ تم اپنے ساتھیوں سمیت فریدی کی نظروں میں ہو.....لہٰذا اُسے الجھائے رکھو.....طریقہ سنو.....تم خود بہت احتیاط سے اس کا جائزہ لو گے کہ تمہارا تعاقب تو نہیں کیا جارہا۔ پھر ایسے لوگوں کا تعاقب کراؤ جو تمہارا تعاقب کرتے ہوں۔ اُن کے اڈوں پر حملے کراؤ.....وہ براہِ راست اپنے محکمے سے مدد نہیں لے رہا۔ کچھ اور لوگ اس کے لئے کام کررہے ہیں.....ان میں ابتری پھیلاؤ۔ تم سن رہے ہو یا نہیں!''

''ہاں مادام.....!''

''کیا خیال ہے؟''

''بہت مناسب ہے مادام.....اب میں یہی کروں گا.....!'' پیٹر مچکوف نے بڑے ادب سے کہا۔

''بس اب جاؤ۔''

وہ ایک بار پھر احتراماً جھکا اور صدر دروازے کی طرف بڑھتا چلا گیا۔ باہر اس کی گاڑی کھڑی تھی۔ لیکن وہ فوراً ہی اس میں نہیں بیٹھ سکا تھا۔ اس وقت کی گفتگو سے اس کے اعصاب پر اچھا اثر نہیں پڑا تھا۔ حالانکہ اسکے ساتھی اُسے فولادی اعصاب کا مالک سمجھتے تھے۔

سارے جسم میں سنسنی سی تھی.....کمزور کر دینے والی سنسنی۔ اس کی گاڑی سے دس گز کے فاصلے پر بن پولان نے اپنی گاڑی پارک کی تھی اور سیٹ پر بیٹھا کنکھیوں سے اُسے دیکھے جا رہا تھا۔ پیٹر نے اُسے واپسی کا اشارہ کیا اور گاڑی میں بیٹھ گیا۔

دس منٹ بعد وہ دونوں ہی ایک ایسی عمارت میں داخل ہو رہے تھے جس کے متعلق پیٹر نے فیصلہ کیا تھا کہ اب مستقل طور پر وہیں قیام کر کے اولیویا نارمن کی اسکیم کو عملی جامہ پہنائے گا.....اس کا گمشدہ نائب کُہلر اسی عمارت میں رہتا تھا۔

''بن.....!'' پیٹر مچکوف راہداری میں چلتے چلتے رک کر بن پولان کی طرف مڑ کر بولا۔ ''کُہلر تمہاری دانست میں کیسا آدمی ہے۔''

''میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا موسیو۔'' بن پولان کے لہجے میں حیرت تھی۔

''مطلب یہ کہ کیا وہ بے وفائی بھی کر سکتا ہے!''

''موسیو! میرا خیال ہے کہ محبوبہ کے علاوہ دنیا میں اور کوئی بے وفائی نہیں کرتا۔''

''بن.....میں سنجیدہ ہوں۔'' وہ ناگواری سے بولا اور پھر راہداری طے کرنے لگا۔

بن پولان نے مضحکانہ انداز میں اپنے شانوں کو جنبش دی تھی اور اُس کے پیچھے خاموشی سے چلنے لگا تھا۔

وہ ایک کمرے میں پہنچے جہاں قدیم وضع کی بہت بڑی بڑی آرام کرسیاں پڑی ہوئی تھیں۔

پیٹر مچکوف ایک آرام کرسی میں گر کر کسی تھکے ہوئے بیل کی طرح ہانپنے لگا۔

پولان کھڑا رہا۔ آخر مچکوف نے اُسے بھی بیٹھنے کا اشارہ کیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ ''کُہلر کی گمشدگی میرے لئے باعث تشویش ہے۔!''

''لیکن موسیو..... بے وفائی کا خیال کیوں آیا تھا آپ کو.....؟'' بن پولان نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مادام کا خیال ہے کہ کُہلر کے روپ میں فریدی ان دنوں ہمارے ساتھ رہا ہے۔''

بن پولان نے قہقہہ لگایا اور پیٹ دبائے ہوئے ہنستا ہی چلا گیا۔

''شٹ اپ.....!'' مچکوف آخر کار آپے سے باہر ہوکر دہاڑا اور بن پولان سنبھل کر بیٹھ گیا۔

اتنے میں راہداری سے لڑکھڑاتے ہوئے قدموں کی آواز آئی اور بن پولان مڑ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگا۔ مچکوف اٹھ کر تیزی سے آگے بڑھا اور دروازہ کھول دیا۔

سامنے کُہلر کھڑا انہیں وحشت زدہ نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ اُس کی رنگت زرد تھی۔ شیو بے تحاشہ بڑھا ہوا تھا۔ ایسا لگتا تھا جیسے برسوں کا بیمار ہو۔ آنکھوں کے نیچے سیاہ حلقے تھے۔

''تم.....تم.....!'' مچکوف اُس کی طرف ہاتھ اٹھا کر ہکلایا۔

''مجھے سہارا دیجئے موسیو.....!'' وہ کمزوری آواز میں بولا۔ سچ مچ ایسا لگ رہا تھا جیسے خود سے قدم اٹھاتے وقت وہ چکرا کے گر پڑے گا۔

بن پولان نے آگے بڑھ کر اُس کا بازو تھام لیا اور اُسے ایک آرام کرسی تک لایا۔

اُسے آرام کرسی پر لٹا کر وہ متحیرانہ انداز میں پیٹر مچکوف کی طرف دیکھنے لگا۔ جس نے جیب سے ریوالور نکال کر اس کا رخ کُہلر کی طرف کر دیا تھا۔

''بن.....!'' وہ غرایا۔ ''اچھی طرح دیکھو..... یہ میک اپ تو نہیں ہے اور تم کُہلر.....اگر تم نے ذرا سی بھی مزاحمت کی تو فائر کر دوں گا۔''

جزیرے پر چاندنی کھیت کر رہی تھی۔ موسم بڑا خوشگوار تھا۔ رات کے آٹھ بجے تھے اور

وہ چاروں جھونپڑے کے باہر بیٹھے اپنے اپنے راگ الاپ رہے تھے۔

بوڑھا میڈونا سے کہہ رہا تھا۔ ''جب سے تم آئی ہو..... میری بیٹی بہت زیادہ اداس رہنے لگی ہے۔ تم اس جوان آدمی سے بے تکلف ہونے کی کوشش نہ کرو۔''

''تمہارا دماغ خراب ہوگیا ہے..... مجھے کسی کی پرواہ نہیں۔''

''سچ مچ پاپا کا دماغ خراب ہوگیا ہے۔'' جینی حمید کی طرف جھک کر آہستہ سے بولی۔

''وہ غلط تو نہیں کہتے۔ تم واقعی اداس رہنے لگی ہو۔''

''بکواس ہے! تم پتہ نہیں خود کو کیا سمجھتے ہو۔''

اتنے میں میڈونا بوڑھے کی کسی بات پر بگڑ کر اونچی آواز میں بولی۔ ''مجھے غصہ نہ دلاؤ..... ورنہ تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گی۔''

''میں نیوٹرل ہوں.....'' حمید نے زور سے کہا۔

''اے تم اپنی زبان بند رکھو.....!'' وہ حمید کی طرف مڑی۔

''تم کیوں بھونک رہی ہو۔'' جینی مٹھیاں بھینچ کر اُٹھ کھڑی ہوئی۔

''ٹھہرو بتاتی ہوں.....!'' میڈونا جھپٹی ہی تھی کہ حمید ان کے درمیان آ گیا..... نتیجے میں پشت پر جینی کا دو ہتھڑ پڑا تھا اور سینے پر میڈونا کا گھونسہ۔

بوڑھا دور کھڑا ''ارے..... ارے'' کر رہا تھا۔

جینی نے ہاتھ بڑھا کر میڈونا کے بال پکڑنے چاہے۔ حمید نے اُسے روکنے کی کوشش کی۔ اسی جدوجہد کے دوران میں خود اس کے بال جینی کی مٹھی میں آ گئے اور قبل اسکے کہ وہ احتجاج کرتا اس نے کئی جھٹکے بھی دیئے اور میڈونا کے گھونسے تو اسکے شانوں پر پڑ ہی رہے تھے۔

''لڑکے سنبھلو.....!'' بوڑھا چیخا۔ ''یہ دونوں آپس میں گتھنے نہ پائیں۔ ورنہ جینی اُسے قتل کر دے گی..... ایک آتش خور ماں کی بیٹی ہے۔''

''فی الحال تو میرا ہی سیخ کباب تیار کئے دے رہی ہے۔ اسے ہٹاؤ..... فوراً..... ورنہ..... ورنہ..... او..... او..... اوغ..... غا.....!''

میڈونا کا ایک گھونسہ اس کے پیٹ پر پڑا اور وہ جھٹکے کے ساتھ دوہرا ہوگیا۔ گرا اور نشیب میں لڑھکتا چلا گیا۔ تکلیف کے باوجود ٹھنڈی ٹھنڈی ریت بڑی اچھی لگ رہی تھی۔

چاندنی مسکرا رہی تھی اور چاند منہ چڑھا رہا تھا۔

میر تقی میر سے لے کر میراجی تک سارے شعراء کے دیوان آنکھوں میں ناچ گئے۔

درد سا درد تھا..... ہمہ تن درد محسوس کر رہا تھا خود کو۔

پھر اُس نے مچل مچل کر ہنسنا شروع کر دیا..... اس سچویشن پر ہنسی آ رہی تھی۔ کاش قاسم اسے اس حال میں دیکھ پاتا۔ اس نے سوچا۔

میڈونا اور جینی کے چیخنے کی آوازیں برابر کانوں کے پردوں پر ضربیں لگائے جا رہی تھیں۔ بوڑھا بھی چیخ رہا تھا۔

حمید لوٹیں لگاتا ہوا اُن کی حد نگاہ سے نکل گیا اور پھر جو اٹھ کر بھاگا ہے ساحل کی طرف تو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھا۔ پتہ نہیں ان دونوں میں سے کون لہولہان ہوا..... میڈونا یقینی طور پر جینی سے زیادہ اسمارٹ اور مضبوط تھی۔

وہ پانی پر جھکا اور منہ پر چھینٹے مارنے لگا..... بُری طرح ہانپ رہا تھا۔ شائد چہرے پر کچھ خراشیں بھی آئی تھیں جن میں کھارے پانی نے ہلچل مچا دی..... پیچھے ہٹا اور سی سی کر کے چہرے پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

ایک بار پھر اُسے ہنسی آ گئی..... یہ نامعقول عورتیں..... تہہ در تہہ کتنے روپ رکھتی ہیں۔ اس نے سوچا۔ لیکن اس کے آگے اور کچھ نہ سوچ سکا۔ کسی نے کاندھے پر ہاتھ مارا تھا۔ وہ اچھل کر مڑا اور بوڑھے کا چہرہ دیکھ کر بھنا گیا۔

لیکن قبل اس کے کہ کچھ کہتا بوڑھا خوفزدہ لہجے میں بولا۔ ''چل کر دیکھو..... پتہ نہیں وہ کون ہے۔''

''اب کون ہے.....؟'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''وہ دوسری طرف سے آیا تھا..... خدا کی پناہ..... آدمی ہے یا پہاڑ..... اسے دیکھ کر ان دونوں نے لڑنا چھوڑ دیا تھا..... ہم خوفزدہ تھے..... لیکن قریب آ کر جیسے ہی اُس نے میڈونا کو غور سے دیکھا چیخنے لگا۔''

''کیا چیخنے لگا.....؟''

''بھوت..... بھوت.....!''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔''

''چل کر دیکھ لو..... چیختے چیختے بیہوش ہو کر گر گیا ہے۔''

''ممکن ہے اب تک مر بھی چکا ہو..... چلے جاؤ یہاں سے میں تنہا رہنا چاہتا ہوں۔''

''سنو رحم کرو..... مجھ پر..... چلو لڑکیاں خائف ہیں۔''

''اَے..... جو عورتوں کو بھوت سمجھتا ہو اس سے خائف ہونے کی کیا ضرورت ہے..... اپنا اور میرا وقت نہ خراب کرو..... وہ کوئی بہت بڑا دانشور معلوم ہوتا ہے..... عورتوں سے بھاگ کر اس ویران جزیرے میں پناہ لی ہوگی لیکن یہاں بھی انہیں موجود پا کر مارے صدمے کے مر گیا۔''

''تم ایسی باتیں کر رہے ہو..... مجھے حیرت ہے۔''

''حیرت کی کیا بات ہے؟''

''تم تو عورتوں کے بارے میں بڑے خوبصورت خیالات رکھتے تھے۔''

''چلو..... خدا کے لئے چلو..... انہیں تمہاری ضرورت ہے۔''

''عورتوں کو اسی وقت مردوں کی ضرورت محسوس ہوتی ہے جب وہ چوہے یا چھپکلی سے خائف ہوں..... جاؤ میری تنہائی کو مجروح نہ کرو۔''

''اچھی بات ہے اگر اُن میں سے کوئی مر گئی تو ذمہ داری تم پر ہوگی۔''

''ارے جاؤ..... شائد تم نشے میں ہو..... میں نے آج تک کسی عورت کو ڈر کر مرتے نہیں دیکھا۔''

''میں تمہارے متعلق بڑی اچھی رائے رکھتا تھا۔'' وہ ناخوشگوار لہجے میں بڑبڑاتا ہوا واپسی کے لئے مڑ گیا۔

حمید جہاں بیٹھ گیا تھا وہیں بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے جیب سے پائپ نکالا اور اس میں تمباکو بھرنے لگا۔ پھر سلگانے جا رہا تھا کہ میڈونا کی آواز سنائی دی۔ وہ اسے پکارتی ہوئی نشیب میں اُتر رہی تھی۔

''کیا ہے.....؟'' حمید نے اس کے قریب آ جانے پر غرا کر پوچھا۔

''وہ دیکھو..... میں ایک دشواری میں پڑ گئی ہوں۔ میری مدد کرو۔''

''یہاں اس ویرانے میں کون کسی دشواری میں پڑ سکتا ہے۔''

وہ اس کے قریب بیٹھ گئی اور تھکی تھکی سی آواز میں بولی۔''میں نے آج تک کوئی اچھا کام نہیں کیا.....لیکن مجھے اس سیدھے سادھے آدمی سے ہمدردی ہے.....کوئی تدبیر کرو کہ میرا خوف اس کے دل سے نکل جائے۔ وہ مجھے بھوت سمجھتا ہے۔''

''نہایت عقلمند معلوم ہوتا ہے۔''

''مذاق میں نہ اڑاؤ.....سنجیدگی سے سنو! مادام کا ہر آدمی دوسرے پر حق رکھتا ہے۔''

''چلو سن رہا ہوں۔''

''پچھلے دنوں ایک دیو قامت احمق آدمی میرے سپرد کیا گیا تھا۔ مادام کا حکم تھا کہ میں اُسے الجھانے کی کوشش کروں۔ وہ میرے لئے پاگل ہو رہا تھا۔''

وہ خاموش ہوگئی اور حمید کو یاد آیا کہ بوڑھے نے کسی دیو قامت آدمی ہی کا تذکرہ کیا تھا۔تو کیا قاسم.....!

وہ اچھل کر کھڑا ہوگیا اور مضطربانہ انداز میں بولا۔''تم خاموش کیوں ہوگئیں؟''

''سوچ رہی تھی کہ اس بات کو آگے کس طرح بڑھاؤں کیونکہ خود بھی اس کے مقصد سے واقف نہیں۔''

''اس کی پرواہ مت کرو.....واقعات.....!''

''پھر اسے خوفزدہ کرنے کی تدابیر ہونے لگیں! میرا ربڑ کا مجسمہ تیار کر کے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور وہی سب کچھ اس کے لئے ناشتے کی میز پر لگایا گیا۔تھوڑے فاصلے سے وہ سب کچھ بالکل اصلی لگتا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں اس کے سامنے لائی گئی اور وہ بھوت، بھوت چیختا ہوا بے ہوش ہوگیا۔

''کیا وہ اردو بولتا ہے؟''

''ہاں.....!''

''لیکن بوڑھے کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ 'بھوت، بھوت' چیخ رہا تھا۔''

''میں اہل زبان کی طرح اردو بول سکتی ہوں، میں نے اُسے بتایا تھا۔''

''چلو..... میں اسے دیکھوں گا۔'' حمید آگے بڑھتا ہوا بولا۔''لیکن فی الحال تم خیال

رکھنا کہ میرا اس کا سامنا نہ ہونے پائے۔''

جیسے ہی وہ اس مقام پر پہنچے جہاں سے ان تینوں کو دیکھ سکتے تھے حمید نے آہستہ سے کہا۔''تم واپس جاؤ..... شائد اُسے ہوش آ گیا ہے..... کیونکہ میں تین افراد کو دیکھ رہا ہوں.....اور وہ اسٹولوں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔''

''میں کہاں جاؤں.....؟''

''کچھ دیر ساحل پر ٹھہرو.....!''

وہ پلٹ گئی اور حمید آگے بڑھتا رہا۔

''قاسم.....!'' اس نے قریب پہنچ کر بڑے پیار بھرے لہجے میں آواز دی۔

''قون.....!'' وہ اسٹول سے اٹھتا ہوا بولا۔

''تمہارا سرپرست.....تمہارا مربی اور کون.....؟'' حمید آگے بڑھ کر اس سے ''کمر گیر'' ہوتا ہوا بولا۔کیونکہ بغل گیر ہونے کے لئے اس کو اسٹول پر کھڑا ہونا پڑتا۔

''غمید بھائی..... ارے میری جان..... میرے پیارے بھائی..... اللہ تیرا شوکر ہے۔اب دیکھوں گا سالے بھوتوں کو.....اَے لونڈیاں بن بن کر مجھے چھیڑ رہے ہیں سالے۔''

حمید بڑے پیار سے اس کی کمر تھپکتا رہا۔

آدمی میکر

ان کے ٹرانسمیٹروں پر ہونے والی گفتگو کے سن لئے جانے کے امکانات نہیں تھے اس لئے اب زیادہ تر ٹرانسمیٹر ہی استعمال کئے جا رہے تھے اور یہ ٹرانسمیٹر ان کی مخصوص گاڑیوں میں لگے ہوئے تھے۔ جب بھی اولیویا کوئی خاص پیغام دینا چاہتی تو پہلے فون پر نچکوف سے رابطہ قائم کر کے کہتی ''میں تم سے ملنا چاہتی ہوں۔''

نچکوف ریسیور رکھ کر فوراً باہر آتا.....گاڑی نکالتا اور شہر کی سڑکیں ناپنے لگتا۔

اُسی دوران میں اولیویا دوبارہ اُس سے ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر لیتی۔ اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔ اُولیویا اس سے گفتگو کرنا چاہتی تھی۔ اُسے دوبارہ اتنی جلد کسی اہم پیغام کی توقع نہیں تھی۔ حالانکہ اس کی یہی خواہش تھی کہ کسی طرح اولیویا تک کُہلر کی کہانی پہنچا سکے اور اس کے لئے یہ بہترین موقع تھا۔

اولیویا کی آواز سنتے ہی اُس نے کُہلر کی داستان شروع کرنی چاہی۔

''تم اپنی زبان بند رکھو..... میں کچھ کہنا چاہتی ہوں۔'' وہ جھنجھلا کر بولی۔

''مادام..... کُہلر.....!''

''شٹ اپ.....!''

''ایزیو پلیز.....!''

''تم اس وقت اسی کُہلر کی قیام گاہ میں ہی مقیم ہو شائد۔''

''جی ہاں مادام.....!''

''ہوں..... اچھا..... بکو تم کیا کہنا چاہتے تھے۔''

''کُہلر ایک ہفتے تک کسی کی قید میں رہا ہے مادام..... دو گھنٹے پہلے کی بات ہے۔ وہ بہت بُری حالت میں واپس آیا ہے۔ اُسے یاد نہیں کہ اُسے اس کی قیام گاہ سے کس طرح ہٹایا گیا تھا۔ ایک ہفتے تک وہ کسی عمارت میں قید رہا اور آج شام کو اس نے خود کو ایک پبلک گارڈن میں پڑا پایا۔ میں نے فوری طور پر اس کی کہانی پر یقین کر لیا تھا۔ میں نے وہ سارے طریقے آزمائے جو ہر قسم کے میک اپ کو صاف کر دیتے لیکن کُہلر کا چہرہ کُہلر ہی کا ہے مادام!''

''اب اس کُہلر کو جہنم میں ڈالو.....!'' دوسری طرف سے اولیویا کی آواز آئی۔

''تھرٹینتھ اسٹریٹ میں ایک عمارت عظیم منزل ہے..... اس میں ایک گھنٹے کے اندر اندر ٹائم بم رکھوا دو..... اس بم کو ٹھیک دو بجے پھٹنا چاہئے۔ اس کے کچھ آدمی وہاں مقیم ہیں۔''

''بہت بہتر مادام.....!''

''احتیاط سے..... میرا خیال ہے کہ تم اس سے مرعوب ہو گئے ہو۔''

''نن..... نہیں تو مادام..... میں ہر وقت اُس سے دوچار ہونے کو تیار ہوں۔''

''ٹھیک ہے..... ٹھیک ہے لیکن اسے اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ وہ مجھ پر ہاتھ ڈالنے

کی فکر میں ہے۔ تم سے نہیں الجھے گا۔ میں اُس کے طریق کار کو اچھی طرح جانتی ہوں۔''

''آپ مطمئن رہیں مادام.....!''

''اچھا بس.....!'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

پیٹر مچکوف نے طویل سانس لے کر ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا اور گاڑی قیام گاہ کی طرف موڑ دی۔

بھاگم بھاگ اُن لوگوں کے پاس پہنچا جن سے تخریبی کام لیا کرتا تھا۔ ان تک اولیویا نارمن کا پیغام پہنچا کر تاکید کر دی کہ وہ کام ہر حال میں ایک گھنٹے کے اندر اندر ہونا چاہئے۔

آج وہ تنہا نکلا تھا..... اپنی نگرانی کے لئے بن پولان کو ساتھ نہیں لے سکا تھا کیونکہ کُہلر کی حالت ابتر تھی اور بن پولان اس کی تیمار داری کر رہا تھا۔

واپسی پر اس نے اُسے کُہلر ہی کے کمرے میں پایا۔ وہ کُہلر سے کہہ رہا تھا۔'' خوش قسمت ہو کہ کچھ دن اسی بہانے عیش کر لو گے یہاں تو دوڑتے دوڑتے کل پُرزے ڈھیلے ہو گئے۔''

''اب تم میرے ساتھ آؤ.....!'' پیٹر مچکوف نے اس سے کہا۔

''میں اس کی دیکھ بھال کر رہا ہوں موسیو۔''

''اب یہ خود ہی اپنی دیکھ بھال کر لے گا..... اُٹھو.....!''

بن پولان نے بے بسی سے اس کی طرف دیکھا اور اٹھ گیا۔

کُہلر کے کمرے سے نکل کر پیٹر مچکوف اپنے کمرے کی طرف چل پڑا تھا۔ بن پولان اُس کے پیچھے تھا۔ اپنے کمرے میں پہنچ کر وہ بن پولان کی طرف مڑا۔ اُس کے ہاتھ میں ریوالور تھا جس کی نال پن پولان کے سینے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

''تمہیں ثبوت پیش کرنا ہے کہ تم بن پولان ہی ہو۔''

وہ ہنس پڑا..... اور بولا۔'' پہلے آپ اپنے بارے میں ثبوت پیش کیجئے موسیو۔''

''بن پولان.....!''

''ہاں موسیو.....!''

''میں اب کسی پر بھی اعتماد نہیں کر سکتا۔''

''اس کے علاوہ اور کوئی ثبوت نہیں ہے میرے پاس کہ چھ سال سے آپ کی خدمت

کر رہا ہوں۔''

''کہلر آٹھ سال سے میرے پاس تھا.....!''

''تو اس بیچارے کا اس میں کیا قصور ہے۔ اُسے سوتے میں بے ہوش کر کے یہاں سے لے جایا گیا ہوگا۔''

''اسی طرح بن پولان بھی لے جایا جا سکتا ہے۔''

''کوئی لے جا کر تو دیکھے.....'' بن پولان سینہ تان کر بولا۔

''بیکار باتوں میں وقت نہ ضائع کرو..... الماری کھول کر لیکوئیڈ نمبر تین نکالو اور یہ ثابت کرو کہ تم بن پولان کے میک اپ میں نہیں ہو۔''

''اُوہ.....!'' اس نے طویل سانس لی اور ڈھیلا پڑ گیا۔ ایک طنزیہ سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیل رہی تھی۔

اس نے الماری کھول کر ایک بوتل نکالی جس میں کوئی بے رنگ سیال تھا۔ ہاتھ پر انڈیل کر اُس نے اپنے چہرے پر ملنا شروع کیا۔ پیٹر مچکوف کچھ اور آگے بڑھ آیا تھا۔

وہ اُسے اپنے چہرے کی صفائی کرتے دیکھتا رہا۔

''بس.....!'' آخر کار وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ ''مجھے یقین آ گیا کہ تم بن پولان ہی ہو۔''

''اور جس کی وجہ سے یہ سب کچھ ہو رہا ہے اگر میرے ہاتھ لگ جائے تو اُس کی ہڈیاں چور کر کے رکھ دوں.....!'' بن پولان غصیلے لہجے میں بولا۔

''ہمیں صبر سے کام لینا چاہئے بن..... ایک نہ ایک دن وہ ضرور ہاتھ آئے گا۔''

''مجھے اس وقت گہرا صدمہ پہنچا ہے جناب۔''

''وقتی مصلحت.....! اسے بھول جاؤ.....!'' پیٹر آگے بڑھ کر اس کا شانہ تھپکنے لگا۔

''اب میں آرام کرنا چاہتا ہوں موسیو! اس صدمے نے میرے اعصاب پر بُرا اثر ڈالا ہے۔''

''ضرور..... ضرور..... مجھے افسوس ہے بن! اس واقعے کو بھول جاؤ..... تم پہلے ہی کی طرح میرے بہترین رفیق ہو۔''

عظیم منزل تھرٹینتھ اسٹریٹ کی ایک چھوٹی سی خوبصورت عمارت تھی۔

اس کی خوبصورت کا راز اس کے دوسری عمارتوں سے الگ تھلگ واقع ہونے میں مضمر تھا۔ چہار دیواری کے وسط میں رہائشی عمارت تھی اور چہار دیواری نیلے پھولوں والی بیل سے ڈھکی رہتی تھی۔

عمارت کے عقب میں چہار دیواری کے کچھ دور ہٹ کر ایک موٹر گیراج تھا جہاں بیشمار ٹوٹی پھوٹی گاڑیاں کھڑی رہتی تھیں اور دن رات کام ہوتا تھا۔ کتنی ہی گاڑیاں آتی جاتی رہتیں۔

بارہ بج کر پانچ منٹ پر ایک اسپورٹ کار گیراج میں دھکیل کر لائی گئی۔ دو آدمی اسے دھکا دیتے ہوئے گیراج کی حدود میں داخل ہوئے تھے۔

اس میں کوئی خرابی تھی.....ایک آدمی مستری کو اس کے بارے میں بتانے لگا اور دوسرا اس سے کچھ دور ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔

مستری نے بونٹ اٹھا کر انجن کا جائزہ لینا شروع کر دیا تھا اور دوسرا آدمی اس تاریک حصے کی طرف چلا گیا جہاں بہت سی ٹوٹی پھوٹی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں۔

شائد ہی کسی نے اس کی طرف دھیان دیا ہو۔ اگر کسی نے دیکھا بھی ہوگا تو اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچ سکا ہوگا کہ اُسے اُدھر پیشاب ہی کی حاجت لے گئی ہوگی۔

پندرہ یا بیس منٹ تک گاڑی کے انجن میں کام ہوتا رہا لیکن وہ واپس نہ آیا.....اتنے میں گیراج کی حدود کے باہر عین پھاٹک کے سامنے دو تین آدمی ہاتھا پائی کرتے دکھائی دیئے۔ وہ شور بھی مچا رہے تھے۔ گیراج میں جتنے آدمی تھے سب پھاٹک کی طرف دوڑ پڑے۔ اُن میں وہ آدمی بھی شامل تھا جو مستری کے پاس ہی رک کر گاڑی ٹھیک کرا رہا تھا۔

بمشکل تمام ان لوگوں نے ان تینوں کو الگ کیا۔ وہ بُری طرح ہانپ رہے تھے۔

ان میں ایک آدمی مقروض تھا اور بقیہ لوگ قرض خواہ کے طرفدار تھے۔ مستری جو ایک جہاں دیدہ آدمی کے سے انداز میں گفتگو کرتا تھا انہیں ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

دس پندرہ منٹ اس میں گزر گئے۔ واپسی پر اسپورٹ کار والے نے مستری کو کام کی اُجرت دی اور گاڑی میں بیٹھ کر انجن اسٹارٹ کیا۔ اس کے دوسرے ساتھی کا اب بھی کہیں پتہ نہ تھا۔ اس نے کسی سے اُسکے بارے میں پوچھا تک نہیں اور گیراج کی حدود سے باہر نکلا چلا آیا۔

ایک ویران اور تاریک جگہ پر اس نے گاڑی دوبارہ روکی اور نیچے اُتر کر اس کی نمبر پلیٹیں تبدیل کرنے لگا۔

یہاں بھی اس نے اپنے دوسرے ساتھی کا انتظار نہ کیا اور کام کو ختم کر کے دوبارہ گاڑی میں بیٹھا اور تیز رفتاری سے چیتھم روڈ کے چوراہے کی طرف روانہ ہوگیا۔

وہاں سے اس نے گاڑی مل ایریا کی طرف موڑی تھی۔ پھر مل ایریا کو بھی پیچھے چھوڑتا ہوا ایک الگ تھلگ فیکٹری کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوا۔ اس فیکٹری میں کولتار بنایا جاتا تھا۔

گاڑی باہر ہی کھڑی کر کے وہ عمارت میں داخل ہوگیا۔ گاڑی جہاں تھی وہیں کھڑی رہی..... چاروں طرف ہوکا عالم تھا..... فیکٹری کی عمارت میں کہیں کہیں کسی کھڑکی یا روشندان میں روشنی نظر آ رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ روشنیاں بھی غائب ہوگئیں اور چاروں طرف گہرے اندھیرے اور سناٹے کی حکمرانی ہوگئی۔

چوکیدار بھی پھاٹک بند کر کے سونے چلا گیا۔ یہ اسپورٹ کار شائد آخری گاڑی تھی۔

ٹھیک دو بجے رات کو ایک زوردار دھماکہ ہوا اور اس اسپورٹ کار کے چیتھڑے اڑ گئے۔

دھماکہ اتنا زبردست تھا کہ فیکٹری کی دیواریں تڑخ گئیں۔ گاڑی کے قریب کے حصے تو ڈھیر ہی ہوگئے تھے۔ دھماکہ دور دور تک سنا گیا..... انڈسٹریل ایریا جو قریب ترین علاقہ تھا ایک عجیب سی افراتفری کا شکار ہوگیا۔

وہ ہمیشہ سرہانے فون رکھ کر سوتا تھا اور فون میں کوئی ایسا پرزہ لگا دیا گیا تھا جس کی وجہ سے فون کی گھنٹی کی آواز کسی لاؤڈ اسپیکر سے آتی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔

بس اچانک گھنٹی بجی اور وہ بستر سے اچھل کر فرش پر آ کھڑا ہوا اور بالکل مشینی انداز میں ریسیور کریڈل سے اٹھا کر کان تک لایا۔

''ہیلو.....!'' نیند کے بوجھ سے اس کی آواز دبی جا رہی تھی۔

''عمارت فوراً چھوڑ دو.....!'' دوسری طرف سے اولیویا نارمن کی آواز آئی۔

''کُہلر کو ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں.....اسے وہیں پڑا رہنے دو۔''

''بہت بہتر مادام.....!''

''نمبر گیارہ میں پہنچو.....بن پولان سے محتاط رہنے کو کہنا۔''

پھر پیٹر مچکوف نے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن کر ہی ریسیور رکھا تھا اور بڑی تیزی سے لباس تبدیل کرنے لگا تھا۔

پھر بن پولان کو بھی جگا کر جلدی سے تیار ہو جانے کی تاکید کرتا ہوا بولا۔''یقیناً کوئی خاص بات ہوئی ہے.....لیکن ٹھہرو.....کیا تم جاگتے رہے تھے۔تمہاری آنکھوں سے نہیں معلوم ہوتا کہ سوئے ہو۔''

''آپ دیکھ رہے ہیں موسیو کہ میں شب خوابی کے لباس میں نہیں ہوں۔''

''کیوں! تم سوئے کیوں نہیں۔''

''میں آپ کی طرح بہت بہادر نہیں ہوں موسیو! کُہلر اسی عمارت سے غائب ہو کر پھر اسی عمارت میں واپس آیا تھا۔''

''آؤ.....جلدی کرو.....تم اپنی گاڑی میں چلو گے۔ہمیں نمبر گیارہ میں فوراً پہنچنا ہے۔''

دس منٹ کے اندر ہی اندر ان کی گاڑیاں سڑک پر نکل آئی تھیں۔پیٹر مچکوف کا خیال تھا کہ گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد اُسے ٹرانسمیٹر پر مزید گفتگو کیلئے اشارہ موصول ہوگا لیکن ایسا نہ ہوا.....اُن کی گاڑیاں اُس عمارت تک پہنچ گئیں جسے نمبر گیارہ کہا جاتا تھا۔

صبح کے چار بجے تھے۔اس عمارت میں موجود ایک فربہ اندام آدمی نے انہیں گاڑیاں پورٹیکو میں لے چلنے کو کہا۔

پیٹر مچکوف کو اس کا لہجہ پسند نہیں آیا تھا۔ وہ اُس کے لئے قطعی اجنبی تھا۔سفید فام ہی تھا.....فربہ اندام ہونے کے باوجود بھی اس کے چہرے پر ہلکے پھلکے آدمیوں کی سی توانائی

اور تازگی پائی جاتی تھی۔

اس نے اُن دونوں کو گاڑیوں سے اُترنے کو کہا اور اپنے ساتھ لیکر عمارت میں داخل ہوا۔

''تم دونوں یہیں بیٹھو.....!'' اس نے ایک کمرے کے دروازے پر رکتے ہوئے کہا۔

اندر پہنچ کر پیٹر مچکوف دروازے کی طرف مڑا جو باہر سے بند کرلیا گیا تھا۔ وہ پھر دروازے کی طرف جھپٹا اور اس کے ہینڈل پر زور آزمائی کرنے لگا لیکن دروازہ نہ کھل سکا۔

وہ مڑ کر بن پولان کی طرف دیکھنے لگا۔

''کیا بات ہے موسیو.....؟'' پولان نے پوچھا۔

''میں نہیں سمجھ سکا۔''

''کیا دروازہ باہر سے مقفل کر دیا گیا ہے۔''

''ہاں.....!'' اس نے کہا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبالیا۔

''اس کا کیا مطلب ہوسکتا ہے موسیو۔''

''میں خود نہیں سمجھ سکتا!'' پیٹر نے کہا۔ بن پولان خاموش تھا۔ پندرہ بیس منٹ گزر گئے۔

دفعتاً اولیویا کی آواز کمرے میں گونجی۔ ''تم بہت تھک گئے ہو پیٹر۔ اب کچھ دن آرام کرو۔''

''میرا قصور مادام.....؟''

''غفلت.....حماقتیں.....جانتے ہو پچھلی رات کیا ہوا۔''

''مم.....میں نہیں جانتا مادام.....!''

''جن لوگوں نے عظیم منزل میں ٹائم بم رکھا تھا پولیس کی حراست میں ہیں۔''

''کیا وہ بم رکھتے ہوئے پکڑے گئے تھے مادام.....!''

''نہیں.....بلکہ وہ بم دوبارہ ان کی گاڑی میں رکھ دیا گیا تھا جو ٹھیک دو بجے پھٹ گیا۔''

''یہ کیونکر ممکن ہے۔''

''اس طرح ممکن ہے پیٹر مچکوف کہ تم اندھے ہو۔ اپنی آنکھیں کھلی نہیں رکھ سکتے۔''

پیٹر کچھ نہ بولا۔ اولیویا کی آواز پھر آئی۔ ''تم خاموش رہو۔ حالانکہ بکواس کی عادت نے تمہاری شخصیت تباہ کر کے رکھ دی ہے۔''

''میری سمجھ میں نہیں آتا مادام یہ کیونکر ہوا.....وہ لوگ اس کام کے ماہر ہیں۔''

''گاڑی کولتار فیکٹری میں پارک کی گئی تھی۔ وہیں دھماکہ ہوا۔ دور دور تک کی عمارتوں کی کھڑکیوں اور دروازوں کے شیشے ٹوٹ گئے۔ فیکٹری کا منیجر بھی حراست میں ہے۔ اب مجھ سے سنو کہ یہ کیونکر ہوا..... سنو اپنے اندھے پن کی داستان..... تمہاری گاڑی کے ٹرانسمیٹر سے ایک اور ٹرانسمیٹر بھی اٹیچ پایا گیا ہے..... اس طرح ہم دونوں کی گفتگو کوئی تیسرا آدمی بھی سنتا رہا ہے۔''

''نن..... نہیں.....!'' پیٹر مچکوف کا چہرہ زرد پڑ گیا۔

''اور اب تم دونوں میکلوڈ کی ماتحتی میں کام کرو گے۔''

''کک..... کون..... میکلوڈ.....!''

''جس نے تمہیں یہاں بند کیا ہے۔ اُسے اختیار دیا گیا ہے کہ تمہیں جس طرح چاہے استعمال کرے۔''

صبح کے آٹھ بجے تھے۔ قاسم بے خبر سو رہا تھا۔ حمید نے اس کو جگانا مناسب نہ سمجھا۔ پھر وہ چاہتا بھی تھا کہ اس کے اٹھنے سے پہلے اس کے لئے ناشتے کا انتظام کر لے۔ جینی نے صاف انکار کر دیا تھا۔ لیکن میڈونا خوشی سے تیار ہو گئی تھی۔ اس کا کھانا پکانے کی ذمہ دار لیتے وقت اس نے کہا تھا۔ ''میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ اب میرا زیادہ تر وقت چولہے کے قریب ہی گزرے گا لیکن مجھے اس کی پرواہ نہیں۔''

ابھی تک وہ قاسم کے سامنے نہیں آئی تھی۔ پچھلی رات جب وہ سو گیا تھا تو وہ چپ چاپ جھونپڑی میں داخل ہوئی تھی اور اپنے بستر پر لیٹ گئی تھی۔

حمید صبح ہی سے محسوس کر رہا تھا کہ جینی اور اس کا باپ اُس سے کچھ کھنچے کھنچے سے ہیں۔ اس نے بھی انہیں نہیں چھیڑا تھا۔ میڈونا سے اس نے کہہ دیا تھا کہ جب تک وہ اس

سے نہ کہے اُسے قاسم سے دور ہی دور رہنا پڑے گا۔

جھونپڑے سے نکل کر وہ ساحل کی طرف آیا۔ زیادہ تر وقت ساحل ہی پر گزارتا تھا۔ اس توقع پر کہ شائد نکل بھاگنے کی کوئی سبیل نظر ہی آ جائے۔

روزانہ پورے جزیرے کے دو تین چکر ضرور لگاتا تھا۔ کچھ ہی دور گیا تھا کہ بوڑھے کو مغربی ساحل کی طرف سے دوڑ کر آتے دیکھا۔

وہ قریب آ کر بڑے جوش سے بولا۔ ''رہائش کا مسئلہ بھی حل ہوگیا۔ ہم دونوں اس منحوس جھونپڑے کو خیر باد کہنے جا رہے ہیں۔''

''کیسے حل ہوگیا رہائشی مسئلہ۔''

''میں نے اُدھر ایک خیمہ دیکھا ہے۔ آرام کی ساری چیزیں موجود ہیں۔ ہم دونوں وہیں چلے جائیں گے۔ تم لوگ جہنم میں جاؤ۔'' وہ ہانپتا ہوا بولا اور پھر دوڑتا ہی ہوا اوپر چڑھنے لگا۔

حمید نے بھی کچھ دیر بعد وہ خیمہ دیکھا۔ دو آدمی بڑے آرام سے رہ سکتے تھے۔ وہ خاموشی سے ان دونوں کو اس خیمے میں منتقل ہوتے دیکھتا رہا۔ انہوں نے جھونپڑے کی کوئی چیز اپنے ساتھ نہیں لی تھی۔

انہیں وہیں چھوڑ کر وہ جھونپڑی کی طرف پلٹ آیا۔ قاسم ابھی تک سو رہا تھا اور میڈونا غائب تھی۔ ناشتہ میز پر لگا ہوا نظر آیا۔ اب قاسم کو جگانے کی ٹھہری..... یہ کوئی آسان کام نہیں تھا۔ آنکھیں کھولتا اور پھر بند کر لیتا۔ آخر ایک بار جیسے ہی اس نے آنکھیں کھولیں حمید کان کے قریب منہ لے جا کر چیخا ''یہاں کھانے کو نہیں ملتا۔ میں تین دن کے فاقے سے ہوں۔''

''قق.....قیا.....!'' وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

''یہاں بھوکے مرنا پڑے گا۔'' حمید پھر چیخا۔

''اَے نہیں.....!'' قاسم نے ہنسنے کی کوشش کی۔

''یقین کرو پیارے.....!''

''ارے باپ رے.....میں نے تو شائد کئی دن سے کھانا نہیں کھایا۔''

''ہوش آ گیا تمہیں پوری طرح۔''

''ہاں..... ہاں.....!''

''چلو منہ دھو ڈالو.....رفع حاجت تو نہیں کرو گے۔''

''ابے کچھ کھایا ہی نہیں تھا۔'' وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

لیکن پھر تھوڑی دیر بعد ناشتہ دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں اور موج میں آ کر بولا۔''الا قسم حمید بھائی بڑے کھش قسمت ہو.....اَمے تمہیں تو قبر میں بھی لونڈیاں ملیں گی۔قہاں گئی۔''

''چلی گئی اپنے باپ کے ساتھ۔''

''قہاں.....ارے لاحول ولا.....مجھ تو ناشتہ قرنا چاہئے۔ بیکار تمہارا بھیجا چاٹ رہا ہوں.....ہی ہی ہی۔''

پھر اس ''ہی ہی'' کا سلسلہ ایک نوالے ہی سے ٹوٹا تھا۔

ناشتے کے بعد حمید اُسے ڈھب پر لانے کی کوشش کرنے لگا کیونکہ میڈونا کو بھی اسی جھونپڑے میں رہنا تھا.....بوڑھا اور اس کی بیٹی تو اس سے بُری طرح متنفر تھے۔

اس نے قاسم سے بھوتوں والی کہانی بالتفصیل سنی اور بولا۔''میں بھی اس چکر میں ہوں.....لیکن میں نے دو بھوتوں کو آدمی بنالیا ہے۔یہ ایک ویران جزیرہ ہے.....ہم چاروں کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں۔''

''لل.....لیکن میں نے قمی کو بھی دیکھا تھا۔'' قاسم بولا۔

''اس کا حلیہ بتاؤ.....اُسے بھی آدمی بنانے کی کوشش کروں گا۔''

''اَمے جاؤ اُلو نہ بناؤ.....اب بیٹا جاسوسی چھوڑ کا دعا تعویذ کریں گے۔''

''سنو! میں اُسے آدمی بنادوں گا۔لیکن تم اسے میرے بارے میں کچھ نہیں بتاؤ گے.....یہی ظاہر کرو گے جیسے پہلی بار مجھ سے ملے ہو۔''

''میں سمجھ گیا.....آدمی بنا کر سالے کی جاسوسی قروغے۔''

''پھر جاسوسی کا نام لیا.....!'' حمید نے آنکھیں نکالیں۔

''اچھا بیٹا.....روزہ نماز کرو گے.....بس.....؟'' قاسم نے کہا اور پھر اُس کی ''ہی ہی ہی'' چل پڑی تھی.....لیکن وہ جلد ہی خاموش اور سنجیدہ نظر آنے لگا۔ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کچھ سوچ رہا ہو۔

یک بیک بولا۔''تم کیسے پڑ گئے تھے بھوتوں کے چکر میں۔''

''یہ تو اچھی طرح یاد نہیں۔ لیکن ایک بزرگ مل گئے تھے اور انہوں نے کچھ تدبیریں بتائیں جن پر عمل کر کے سو گیا۔ دوسری بار جاگا تو خود کو اس جزیرے میں پایا..... یہاں دو بھوت پہلے سے موجود تھے۔ بزرگ والا نسخہ اُن پر آزمایا..... وہ آدمی بن گئے۔''

''لونڈیا زوردار تھی۔'' قاسم منہ چلاتا ہوا بولا۔

''اب تم کسی قمی کا ذکر کر رہے ہو۔''

''یار بس غضب کی تھی..... اگر تم اسے آدمی بنا دو تو جندگی بھر تمہاری گلامی قروں غا۔''

''اچھی بات ہے..... تم کھاؤ..... میں جا کر تدبیر کرتا ہوں۔''

''میں بھی چلتا ہوں..... تدبیر کر کے خود ہڑپ قر گئے تو میں کیا قروں غا۔''

''بکواس مت کرو..... ورنہ تمہیں بھوت بنا دوں گا۔''

''اچھا.....!'' قاسم مردہ سی آواز میں بولا۔ ''جیسی الا کی مرجی! جاؤ۔''

حمید میڈونا کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ وہ اُسے نئے پائے جانیوالے خیمے کے قریب ملی۔ بوڑھے سے کسی بات پر جھگڑا کر رہی تھی۔ جینی بھی موجود تھی۔ لیکن اس کا چہرہ ہر قسم کے جذبات سے عاری نظر آ رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ ان کی آوازیں سن ہی نہ رہی ہو۔

حمید نے میڈونا کو وہاں سے ہٹایا اور وہ دونوں جھونپڑے کی طرف روانہ ہو گئے۔

جھونپڑے میں داخل ہوتے وقت اس نے میڈونا کا ہاتھ پکڑ لیا تھا۔ قاسم نے اُسے دیکھتے ہی پہلے تو چیخ مارنے کے لئے بھاڑ سا منہ کھولا پھر سر کھجانے لگا۔ منہ بند کر کے مسکرانے کی بھی کوشش کی تھی۔

''یہ لو! یہی ہے نا قمی..... میں نے اسے آدمی بنا دیا۔'' حمید سنجیدگی سے بولا۔

''تو ہاتھ چھوڑ دو نا..... یہ کیا بدتمیجی ہے۔'' قاسم نے شرمیلے لہجے میں کہا۔

''ہاتھ چھوڑنے کے لئے نہیں پکڑا گیا۔ یہ اب میری بھتنی بنے گی۔''

''میں قہتا ہوں ہاتھ چھوڑ دو۔'' قاسم آگے بڑھ کر دہاڑا۔

میڈونا نے خود ہی حمید سے ہاتھ چھڑا لیا..... اور آگے بڑھ کر قاسم کی کمر تھپکنے لگی۔

''الا قسم..... مم..... مجھے پھر نیند..... آ رہی ہے۔'' قاسم بھرائی ہوئی آواز میں ہکلایا۔

چمکدار تختی

دروازہ پھر کھلا اور بھاری بھرکم آدمی میکلوڈ اندر داخل ہوا۔ پیٹر کی حالت مارے غصے کے تباہ تھی۔ وہ ابھی تک اس یونٹ کی سربراہی کرتا آیا تھا.....اب یہ نئی اطلاع ملی تھی کہ اسے کسی کی ماتحتی میں رہنا ہوگا۔

بن پولان اس کے پیچھے کھڑا تھا جیسے ہی میکلوڈ کمرے میں داخل ہوا اس نے پیٹر مچکوف کے دونوں بازو مضبوطی سے جکڑ لئے۔

''کک.....کیا مطلب.....!'' مچکوف متحیر رہ گیا۔

''موسیو میکلوڈ.....!'' بن پولان بھاری آواز میں بولا۔''دیکھئے..... یہ میک اپ میں تو نہیں ہے۔''

''بن پولان.....یہ کیا بیہودگی ہے۔'' پیٹر مچکوف اس کی گرفت سے نکل جانے کیلئے مچلا۔

''فضول ہے.....موسیو مچکوف.....آپ مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں ہیں۔ میں اس بدتمیزی پر نادم ہوں لیکن حالات ایسے ہی ہیں کہ ہم ایک دوسرے پر قطعی اعتماد نہ کریں..... آپ نے بھی تو میرا منہ اس محلول سے دھلوایا تھا۔''

میکلوڈ آہستہ آہستہ آگے بڑھتا ہوا ان کے قریب آیا اور مچکوف کا چہرہ ٹٹولنے لگا۔

''تم ٹھہرو.....!'' اس نے بن پولان سے کہا۔''میں ابھی آتا ہوں۔ اس کو اسی طرح پکڑے رکھو۔''

اس کے چلے جانے پر مچکوف غرایا۔''یہ تم اپنے حق میں اچھا نہیں کر رہے۔''

''جس طرح آپ کو میرے بارے میں شبہ ہوا تھا میں بھی اُسی نکتہ نظر سے سوچ رہا ہوں۔''

''اتنا یاد رکھو کہ مادام کا یہ فیصلہ عارضی ہے۔ یہاں کے یونٹ کی سربراہی کسی نئے آدمی

کے بس کا روگ نہیں۔''

''میں پہلے ہی کی طرح آپ کی عزت کرتا ہوں موسیو اور ہمیشہ کرتا رہوں گا.....لیکن اس وقت.....!''

اس کا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی میکلوڈ واپس آ گیا۔

وہ ایک ٹرالی کو دھکیلتا ہوا اندر لایا تھا۔

''پیٹر مچکوف! تمہیں ایک امتحان دینا ہے۔'' میکلوڈ بولا۔

''کیسا امتحان.....؟''

''تمہارے لیفٹیننٹ نے تمہیں پہلے ہی بتا دیا تھا۔ ہاں جوان تم اس کو اسی طرح جکڑے رہو۔''

ٹرالی مچکوف کے پیروں سے لگا کر کھڑی کر دی گئی اور میکلوڈ نے اس کے پائے سے لگا ہوا ایک پش سوئچ دبایا.....ٹرالی کی اُوپری سطح بلند ہونے لگی۔ اتنی بلند ہوئی کہ مچکوف کے چہرے کے برابر آ گئی اور اس میں بجلیاں سی کوندنے لگیں۔ پیٹر مچکوف کو ایسا لگا جیسے اس کی آنکھوں کے مقابل سورج آ گیا ہو۔ اس نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔ ذہن قابو میں نہ رہا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی ختم ہوگئی ہو۔

پھر دفعتاً اولیویا کی آواز کمرے میں گونجی۔''تم حقیقتاً کون ہو؟''

''میں پیٹر مچکوف ہوں..... میں پیٹر مچکوف ہوں..... میں پیٹر مچکوف ہوں۔!'' وہ ہذیانی انداز میں چیختا ہی چلا گیا۔

ساتھ ہی وہ بُری طرح مچل بھی رہا تھا۔ غالباً بن پولان توازن برقرار نہ رکھ سکا اور وہ دونوں ہی اس طرح گتھے ہوئے فرش پر آ رہے۔ اس ہڑبونگ میں ٹرالی الٹ گئی۔ ایسی چھنچھناہٹ کمرے میں گونجی جیسے بے شمار شیشے کی پلیٹیں ٹوٹ کر فرش پر بکھر گئی ہوں۔

میکلوڈ پاگلوں کی طرح چیخنے لگا۔ وہ دونوں بھی بوکھلا کر اٹھ گئے۔

''باہر نکلو.....!'' میکلوڈ دروازے کی طرف دوڑتا ہوا چیخا۔

بن پولان پیٹر مچکوف سے پہلے باہر نکلا تھا۔

''عمارت ہی سے نکل چلو۔'' میکلوڈ ہانپتا ہوا بولا۔''ذرا سی دیر میں گیس پھیلنی شروع ہوگی۔''

پھر وہ لان پر نکل آئے۔ اس وقت اس عمارت میں تین آدمی اور بھی تھے۔ میکلوڈ نے انہیں آوازیں دے دے کر باہر نکالا تھا۔

''یہ کیا ہوا موسیو میکلوڈ.....!'' پیٹر مچکوف مردہ سی آواز میں بولا۔

''سب تمہاری حماقت کا نتیجہ ہے۔'' میکلوڈ غرایا۔ ''تم نے آئیڈنٹی فائر تباہ کر دیا..... میں نہیں کہہ سکتا کہ اس کی سزا ہمیں کیا ملے۔''

''یہ کیا چیز تھی..... میرے لئے بالکل نئی تھی۔''

''میرے علاوہ اور کوئی نہیں جانتا کہ اسے کیسے آپریٹ کیا جاتا ہے۔ میں اسی لئے طلب کیا گیا تھا کہ تم دونوں کی تصدیق کروں۔ مادام تمہاری طرف سے غیر مطمئن ہوگئی ہیں۔''

''آخر کیوں..... آخر کیوں؟'' وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

''میں کچھ نہیں جانتا..... اوہ دیکھو گیس کی بو آنے لگی۔ خدا کی پناہ..... اگر ہم ذرا دیر بھی اندر ٹھہرتے تو دم گھٹ جاتا۔'' میکلوڈ کراہا۔

''میں پوچھتا ہوں امتحان ہوگیا یا نہیں۔'' بن پولان نے میکلوڈ کو مخاطب کیا۔

''ہاں ہوگیا..... یہ پیٹر مچکوف ہی ہے..... لیکن تم.....!'' میکلوڈ بن پولان کو گھورتا ہوا بولا۔

''میرے بارے میں آپ کو میرے باس موسیو مچکوف بتائیں گے۔'' بن پولان نے بڑے ادب سے کہا۔

پیٹر مچکوف اتنی دیر میں اپنے حواس پر قابو پا چکا تھا۔ مسکرا کر بولا۔

''کچھ دیر پہلے میرے ذہن میں اس کے خلاف ایک شبہے نے سر اُبھارا تھا۔ لیکن پھر مطمئن ہوگیا تھا۔ یہ بن پولان ہے..... میرا بہترین رفیق..... کسی زمانے میں اسپین کا نامور پہلوان رہ چکا ہے..... اس نے اس وقت میرے ساتھ جو کچھ بھی کیا اچھا ہی کیا۔ مجھے اس کی وفاداری پر شک نہیں۔''

بن پولان سر جھکائے کھڑا رہا۔

''لیکن آئیڈنٹی فائر.....!'' میکلوڈ بڑبڑایا۔ ''اس کا کیا ہوگا۔ جوابدہی میرے سر ہوگی۔''

''مجھے اس مشین کے بارے میں بتاؤ۔''

''اس کی روشنی میں کوئی شخص جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اعصاب پر اس طرح اثر انداز ہوتی

ہے کہ آدمی کسی مشین ہی کی طرح اپنے متعلق سب کچھ بتاتا چلا جاتا ہے..... ہمارے یونٹ میں یہی ایک آئیڈنٹی فائر تھا.....اب کیا ہوگا۔''

مگلوف کچھ کہنے ہی والا تھا کہ ایک لوڈنگ ٹرک کمپاؤنڈ میں داخل ہوا اور پورٹیکو کے قریب پہنچ کر رک گیا۔ ڈرائیور کی سیٹ سے اترنے والا دبلا پتلا آدمی میکلوڈ کو اشارے کر رہا تھا۔ میکلوڈ اس کی طرف جھپٹا۔

دونوں آہستہ آہستہ کچھ کہتے سنتے رہے پھر میکلوڈ نے ان تینوں آدمیوں کو بھی جو اس عمارت سے برآمد ہوئے تھے اشارے سے اپنے پاس بلالیا۔

پھر وہ سب ٹرک میں بیٹھ گئے اور میکلوڈ نے ہاتھ ہلا کر بلند آواز میں کہا۔ ''تم دونوں تا حکم ثانی یہیں ٹھہرو گے۔''

اس کے بعد ٹرک اسٹارٹ ہوا تھا اور فراٹے بھرتا ہوا کمپاؤنڈ سے نکل گیا تھا۔

''یہ سب کیا ہو رہا ہے.....!'' مگلوف بڑبڑایا۔

''شائد بُرے دن آ گئے موسیو۔'' بن پولان بولا۔

''کیوں آخر کیوں...؟ میرا اس میں کیا قصور ہے۔ مجھ سے کہا گیا کہ ایک عمارت میں ٹائم بم رکھوا دو۔ مجھے تو نہیں رکھنا تھا۔ جو یہ کام کرتے ہیں اُن تک پیغام پہنچا کر میں بَری الذمہ ہوگیا تھا۔ حماقت ان سے سرزد ہوئی اور سزا مجھے مل رہی ہے۔ یہ کہاں کا انصاف ہے بن پولان۔''

''لیکن آپ کی گاڑی کے ٹرانسمیٹر سے کوئی دوسرا ٹرانسمیٹر بھی اٹیچ پایا گیا ہے۔''

''تو پھر.....؟ میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ یہ حرکت کس کی ہے اور کب ہوئی۔''

''ہم اتنے بے بس کیوں ہو رہے ہیں موسیو۔''

''میں کچھ نہیں جانتا۔ میری زبان نہ کھلواؤ بن پولان۔''

''خیر.... مجھے کیا۔ میں تو براہ راست صرف آپ کو جوابدہ ہوں مجھے اور کسی سے سروکار نہیں۔''

''اسی لئے تم نے میرے ساتھ ایسا برتاؤ کیا تھا۔'' مگلوف اُسے گھورتا ہوا غرایا۔

''مصلحتِ وقت موسیو! ہم میں سے ایک پر تو اُسے اعتماد ہونا ہی چاہئے۔ آپ کیا سمجھتے ہیں! آپ پر کوئی آنچ آئی تو کیا میں زندہ رہتا..... بن پولان کے حصے میں وفاداری کے علاوہ اور کچھ نہیں آیا۔''

''کچھ دیر خاموش رہو اور مجھے سوچنے دو۔'' پیٹر مچکوف نے کہا اور لان پر بیٹھ گیا۔ بن پولان ٹہلتا رہا۔

کچھ دیر بعد پیٹر مچکوف نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے پر شدید ترین غصے کے آثار پائے۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کسی مسئلے پر اندر ہی اندر کھول رہا ہو۔

''کیوں کیا بات ہے۔'' مچکوف نے اُسے گھورتے ہوئے کہا۔

''حد ہوگئی موسیو!'' بن پولان پیر پٹخ کر بولا۔ ''اتنی بے بسی میں نے پہلے کبھی محسوس نہیں کی.....فریدی کیا چیز ہے۔''

''ہاں.....یہی تو میں بھی کہتا ہوں.....لیکن مادام نے تو شطرنج کی بساط بچھا رکھی ہے۔ پتہ نہیں وہ کیا چاہتی ہیں۔''

''سنئے موسیو! میرا مشورہ ہے کہ ہم اس بساط پر پٹ جانے والے مہرے بن کر نہ رہیں۔''

''یہ تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔'' مچکوف کی آواز سے خوفزدگی ظاہر ہو رہی تھی۔

''میں ٹھیک کہہ رہا ہوں.....میری بات غور سے سنئے۔ آدمی کو وفادار ہونے کے ساتھ ہی ساتھ اپنے تحفظ کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ مفت میں مارے جانے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں۔ مادام کی پالیسی میری سمجھ میں آ گئی ہے۔ مادام اور اس کا حریف دونوں ہی ہمیں ڈھال بنا کر ایک دوسرے کی طرف جھپٹنا چاہتے ہیں۔ لہٰذا ان کے درمیان بے بسی سے پس جانا مجھے منظور نہیں۔ میں فریدی کو اس کے بل سے نکال کر ماروں گا۔''

''بن پولان.....!''

''موسیو مچکوف.....میں مجبور ہوں۔ میری رگوں میں اس شخص کا خون دوڑ رہا ہے جو جنرل فرانکو سے ٹکرا کر فنا ہوگیا تھا۔''

''اچھا تم کیا کرو گے۔''

''جو آدمی بھی مجھے اپنا تعاقب کرتا ہوا ملا اُسے جان سے ماردوں گا۔ پھر فریدی کو سامنے آنا ہی پڑے گا۔''

''تم سپاہیانہ انداز میں سوچ رہے ہو.....وہ ذہنی جنگ کا ماہر ہے۔''

''تو پھر کیا مجھے خودکشی کر لینی چاہئے.....!'' بن پولان جھلا کر بولا۔

''نہیں! ٹھنڈے دماغ کے ساتھ زندہ رہنے کی عادت ڈالو۔''

بن پولان کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد پیٹر بولا۔ ''تمہیں کیا ہوگیا ہے۔ کچھ لطیفے، کچھ چٹکلے چھیڑو..... ہمیں اسی طرح زندہ رہنا ہے۔''

''میری کھوپڑی کی ایک رگ کبھی کبھی چمکنے لگتی ہے اور میں ہفتوں مسکراتا نہیں۔ موسیو آپ میری پچھلی زندگی سے پوری طرح واقف نہیں ہیں۔''

''بن پولان جی بہلانے والی باتیں کرو..... یقیناً تمہاری پچھلی زندگی دکھوں سے بھرپور ہوگی۔''

''یہی تو ٹریجڈی ہے کہ ایسا نہیں تھا..... میں نے بڑی خوشگوار زندگی گزاری ہے۔''

''پھر تمہارے دماغ کی وہ رگ تمہیں مسکراہٹوں سے کیوں محروم رکھتی ہے۔''

''مجھے اس کا غم ستاتا ہے کہ مجھے کوئی غم نہیں۔ اٹھئے موسیو! ہم کب تک یہاں بیٹھے رہیں گے۔ دن چڑھ آیا ہے اور ہم نے ابھی تک ناشتہ نہیں کیا۔''

''اس نے یہ بھی تو نہیں بتایا تھا کہ ہم کتنی دیر بعد عمارت میں داخل ہوں۔''

''میں بتاؤں موسیو.....! اس عمارت کو جہنم میں جھونکئے۔ کہیں اور چل کر رہیں۔ میرے ذہن میں ایک جگہ ہے۔''

''تاحکم ثانی ہمیں یہیں رہنا ہے..... تم نے سنا نہیں۔''

''تاحکم ثانی ہم..... ہم یہاں گھاس پر پڑے رہیں گے۔ کھلے آسمان کے نیچے بھوک لگے گی تو گدھوں کی طرح لان پر چرتے پھریں گے۔''

''میرا خیال ہے کہ ہم فی الحال صبر سے کام لیں۔''

''کتنی دیر.....؟''

''بن پولان ..... تمہیں اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ میں پریشان ہوں۔''

بن پولان جواب میں کچھ کہنا ہی چاہتا تھا کہ سیاہ رنگ کی ایک لمبی سی کار کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی اور ان کے قریب ہی آ کر رک گئی۔ ایک قد آور آدمی ڈرائیور کی سیٹ سے اُترا..... یہ کوئی مقامی ہی آدمی معلوم ہوتا تھا۔

اس نے ان کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔ ''یہاں کون رہتا ہے۔''

''کیوں؟'' پیٹر اٹھ گیا۔

''باہر نام کی تختی موجود نہیں ہے۔''

''اس سے کیا ہوتا ہے؟''

''بہت کچھ ہوتا ہے مسٹر..... اس علاقے کے لئے ضروری ہے کہ مکانات پر مکینوں کے نام کی تختیاں لگائی جائیں۔''

''اچھی بات ہے..... میں مسٹر میکلوڈ کو آگاہ کردوں گا..... ہم بھی انہیں کے منتظر ہیں..... وہ کہیں باہر گئے ہیں۔''

''براہِ کرم آپ یہ ان تک پہنچا دیں۔'' اس نے ایک لفافہ پیٹر مچکوف کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ پیٹر نے لفافہ لے لیا اور وہ اپنی گاڑی کی طرف واپس چلا گیا۔

وہ اس کی گاڑی کو پھاٹک سے نکلتے دیکھتے رہے۔

اچانک پیٹر اچھل پڑا..... لفافہ اس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑا اور کیوں نہ چھوٹتا جبکہ وہ دھڑا دھڑ جل رہا تھا..... پتہ نہیں اس میں کس طرح آگ لگ گئی تھی۔

لفافہ دیکھتے ہی دیکھتے خاک ہوگیا۔ لیکن اس میں سے برآمد ہونے والی چیز دھوپ میں چمک رہی تھی۔ یہ کسی چمکدار دھات کی چھوٹی سی تختی تھی جس پر سیاہ حروف میں ''کرنل اے کے فریدی'' تحریر تھا۔

بن پولان نے مچکوف کا ہاتھ پکڑ کر جھٹکا دیا۔ ''موسیو!''

وہ ہونقوں کی طرح اس کی طرف دیکھنے لگا۔

''چلئے.....!'' وہ اس کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑے ہوئے اپنی گاڑی کی طرف جھپٹا۔ پیٹر مچکوف غیر ارادی طور پر اس کے ساتھ کھنچا چلا جا رہا تھا..... بن پولان نے اگلی سیٹ کا دروازہ کھول کر پہلے اسے بٹھایا۔ پھر تیزی سے گھوم کر اسٹیرنگ والے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

اسکے بعد ان کی گاڑی نے بڑی تیزی رفتاری سے کمپاؤنڈ کے پھاٹک کو پیچھے چھوڑا تھا۔

اُسے بائیں جانب موڑ کر بن پولان نے گیئر بدلا اور گاڑی ہوا سے باتیں کرنے لگی۔

پیٹر مچکوف کا چہرہ ایک بار پھر زرد پڑ گیا تھا۔ ہونٹ خشک تھے اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

''وہ دیکھئے.....وہ رہی.....سیاہ گاڑی۔'' بن پولان پرجوش لہجے میں بولا۔

مچکوف نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا تھا.....پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

تھوڑی دیر بعد بن پولان پھر بولا۔''وہ بلاشبہ فریدی تھا۔ چلنے کا انداز.....کسی قدر ترچھا ہوکر چلتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں.....ایسا کیوں ہے۔

''اچانک کوئی فائر کرے تو بایاں پہلو محفوظ رہے۔ آپ کچھ بولتے کیوں نہیں موسیو!''

''دیکھو! ہم نے مادام کا حکم نہیں مانا اور عمارت سے باہر آ گئے۔'' پیٹر نے مردہ سی آواز میں کہا۔

''اگر یہ ہاتھ آ گیا تو مادام ہماری سات پشتوں کو معاف کر دیں گی۔'' بن پولان نے کہا اور گاڑی کی رفتار اور تیز کر دی۔ سیاہ گاڑی اب بہت زیادہ دور نہیں تھی۔

''اوہو.....کیا مطلب.....!'' بن پولان متحیر لہجے میں بڑبڑایا۔

''کیوں.....کیا ہوا.....؟'' پیٹر مچکوف چونک کر بولا۔

''وہ....وہ....وہ تو کوئی عورت معلوم ہوتی ہے۔'' بن پولان کی آواز کانپ رہی تھی۔

پیٹر مچکوف آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگا۔ سچ مچ اگلی کار کو کوئی عورت ڈرائیو کر رہی تھی۔

''یہ کوئی دوسری گاڑی ہے۔'' پیٹر بولا۔''وہ تمہیں ڈاج دے کر نکل گیا۔''

''ناممکن موسیو! میں جب بھی کسی گاڑی کا تعاقب کرتا ہوں اس کے نمبر پہلے ہی ذہن نشین کر لیتا ہوں۔ نمبروں پر میں نے اسی وقت توجہ دی تھی جب یہ گاڑی ہمارے پھاٹک سے نکل رہی تھی۔''

''میں پھر کہتا ہوں کہ واپس چلو.....ہوسکتا ہے کہ یہ مادام ہی کی کوئی چال ہو۔ ہمیں سزا دینے کے لئے مزید جواز پیدا کر رہی ہوں۔''

''اب میں کچھ نہ بولوں گا موسیو! میں آپکا ماتحت ہوں۔ جو آپ کہیں گے کرتا رہوں گا۔''

''تو میں کہہ رہا ہوں کہ واپس چلو۔''

''مرضی آپ کی۔'' بن پولان نے بُرا سا منہ بنا کر کہا اور گاڑی کی رفتار کم کر دی۔

وہ مسلسل کچھ بڑبڑائے جا رہا تھا۔ لیکن صاف طور پر الفاظ نہیں سنائی دیتے تھے۔

پیٹر خاموش بیٹھا رہا۔ کچھ دور جا کر بن پولان نے گاڑی موڑ دی اور پھر اسی عمارت کی طرف واپسی کا سفر شروع ہوگیا۔

''تمہاری دل شکنی ہوئی۔'' پیٹر بولا۔

''میں اب اپنی زبان بند ہی رکھوں گا موسیو! خواہ کچھ ہو جائے۔ مجھے کیا..... مالک آپ ہیں۔لیکن اپنی زندگی کے تحفظ کا حق ہر ایک کو حاصل ہونا چاہئے۔''

''تم بس دیکھتے جاؤ..... مادام بالآخر محسوس کریں گی کہ ہم لوگ کتنے کارآمد ہیں۔تم نے دیکھا تھا وہ میکلوڈ کتنا بدحواس تھا آئیڈنٹی فائر کے ٹوٹنے پر.....لیکن وہ اسی کی حماقت تھی۔ اُسے چاہئے تھا کہ ہمیں اُس کی اہمیت سے پہلے ہی آگاہ کر دیتا۔ خدا کی پناہ!اتنی تکلیف دہ تھی وہ روشنی.....!''

بن پولان کچھ نہ بولا۔

پیٹر مچکوف کہتا رہا۔''ایسی اینٹھن ہوئی تھی سارے جسم میں کہ بیان نہیں کرسکتا۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی بھی اس روشنی کے سامنے جھوٹ نہیں بول سکتا۔کیا تم نے اپنی آنکھیں بچائے رکھی تھیں۔''

''مجھے ہوش ہی نہیں۔ایک طرف تو ذہن اس میں دھواں ہو رہا تھا کہ میں نے آپ کو پکڑ رکھا ہے اور دوسری طرف یہ خیال کہ دیکھئے آپ کیا نکلتے ہیں۔''

''تم نے بُری طرح فریدی کو اپنے حواس پر طاری کرلیا ہے۔''

''موسیو.....پھر گستاخی سرزد ہو رہی ہے۔آپ بھی تو اپنا ذہن ٹٹولئے۔''

''ہوں.....اُوں.....!'' مچکوف اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے ونڈاسکرین پر نظر جمائے رہا۔

تھوڑی دیر بعد وہ میکلوڈ والی عمارت میں داخل ہو رہے تھے۔ جیسے ہی انہوں نے پورچ کے سامنے گاڑی روکی ایک باوردی دیسی خادم صدر دروازے سے برآمد ہو کر انکی طرف بڑھا۔

''کس سے ملنا ہے جناب۔'' اس نے آگے بڑھ کر بڑے ادب سے پوچھا۔

اور وہ دونوں حیرت سے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔

پھر پیٹر کھنکار کر بولا۔''کیا مسٹر میکلوڈ موجود ہیں؟''

''جناب..... یہاں کوئی مسٹر میکلوڈ نہیں رہتے۔''

''پھر یہاں کون رہتا ہے۔'' بن پولان غرایا۔

''مسز اُودی گوراں.....!''

''ہم انہیں سے ملیں گے۔''

''آپ کا کارڈ جناب.....!''

''موسیو کارڈ.....!'' بن پولان پیٹر کی طرف مڑ کر بولا۔

''یعنی کہ تم..... بات دراصل یہ ہے.....!'' پیٹر ہکلایا۔

''کارڈ موسیو.....!'' بن پولان کا لہجہ سخت تھا۔

پیٹر نے کارڈ نکال کر اس کے حوالے کیا اور وہ اُسے خادم کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔''یہ ملاقات اشد ضروری ہے۔''

خادم کارڈ لے کر چلا گیا۔

''یہ تم نے کیا کیا.....؟'' پیٹر مضطربانہ انداز میں ہاتھ ملتا ہوا بولا۔

''اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں۔ ہمیں یہیں قیام کرنے کا حکم ملا تھا۔'' بن پولان لاپرواہی سے بولا۔

''لیکن یہاں تو کوئی بھی نہیں تھا۔''

''یہی تو دیکھنا ہے۔''

''بن پولان تم مادام کو نہیں جانتے..... ہمیں یہاں سے ہٹا لے جانے والا مادام ہی کا آدمی تھا۔''

''کوئی بھی رہا ہو..... میں اب چوہوں کی سی زندگی نہیں بسر کرسکتا..... میں چاہتا ہوں کہ کبھی مادام کا بھی سامنا ہو۔''

''کیا مطلب.....؟''

بن پولان کھڑا دانت پیستا رہا۔ پیٹر نے محسوس کیا جیسے اس کی یہ حرکت اسی کے لئے ہو۔ اسے بھی فوری طور پر غصہ آ گیا۔ گویا بن خود کو اُس پر مسلط کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔

خادم واپس آ گیا اور بڑے ادب سے بولا۔''تشریف لے چلئے۔''

وہ دونوں نشست کے کمرے میں لائے گئے اور پھر کچھ دیر بعد مسز اُودی گوراں تشریف لائیں۔ یہ ایک سیاہ فام خاتون تھیں۔ مسکرائیں تو بجلیاں چمک گئیں۔ ان کے دانت بے حد سفید تھے اور چہرے کی رنگت اتنی ہی سیاہ۔ غالباً کسی افریقی نسل سے تعلق رکھتی تھیں۔

''کیا بات ہے.....آپ لوگ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔'' وہ فرانسیسی انداز میں انگریزی بول رہی تھیں۔ ''غالباً کین اینڈ بٹلر کمپنی سے آپ لوگوں کا تعلق ہے.....دیکھئے! آپ نے جو کپڑا دھونے کی مشین سپلائی کی تھی۔ وہ ہمارے لئے کسی طرح بھی کارآمد ثابت نہ ہوسکی۔ مناسب ہوگا یا تو آپ اُسے تبدیل کردیں یا بالکل اٹھالے جائیں۔''

''جی نہیں.....!'' بن پولان بول پڑا۔ ''ہمیں اطلاع ملی تھی کہ آپ کو پولٹری فارمنگ سے دلچسپی ہے۔''

''ہاں ہے تو.....!''

''اگر مناسب سمجھیں تو اس کیلئے ہماری خدمات حاصل کریں۔ ہم نے کچھ نئے تجربات کئے ہیں۔ آپ چاہیں تو ہمارا فارم بھی دیکھ سکتی ہیں۔ ابھی پچھلے ہی دنوں نائیجیریا کے سفیر کی بیگم صاحبہ ہمارے فارم پر تشریف لائی تھیں۔ بیحد خوش ہوئیں اور ہمیں خدمت کا موقع بھی دیا؟''

پیٹر اس دوران میں پیچ و تاب کھاتا رہا تھا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیا کرے۔ اس نے اولیویا نارمن کے سیکڑوں روپ دیکھے تھے۔ یہ سیاہ فام عورت بھی اولیویا نارمن ہی ہوسکتی تھی۔ لیکن بن پولان تو کہیں رکنے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ مسلسل بولے جارہا تھا اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ کسی مسخرے کو ساتھ رکھنا اپنی گردن کٹوا دینے کے مترادف ہے۔ یا خدا کسی طرح اس کی زبان روک دے تاکہ یہاں سے نکل بھاگنے کی کوئی تدبیر کی جاسکے۔

''اور مادام.....'' بن کہہ رہا تھا۔

''اور کیا عرض کروں۔ مقامی آدمیوں کو پولٹری فارمنگ کا سلیقہ نہیں ہے۔ حالانکہ دعوے لمبے چوڑے کرتے ہیں۔ ابھی پچھلے ہی دنوں ایک احمق سے ملاقات ہوئی۔ کہنے لگا ہم نئے تجربے کررہے ہیں۔ نوسادر کے محلول سے انڈوں پر جس قسم کے نقش و نگار بنادیں ویسے ہی چوزوں کے پروں پر پائے جائیں گے۔ شش..... یہ لوگ زیادہ تر اونگھتے اور ہوائی قلعے بناتے رہتے ہیں۔''

''میں ضرور چلوں گی تمہارے ساتھ۔'' مسز دی گوراں نے پھر چمکیلے دانتوں کی نمائش کی۔ ''پولٹری فارلنگ میری کمزوری ہے۔ اٹھئے۔''

پیٹر مچکوف کے ہاتھ پیر پھول گئے۔ اس کا ذہن جواب دینے لگا۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا

کہ بن پولان کہاں لے جائے گا۔ وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔ پیٹر اتنا نروس ہو گیا تھا کہ اس کا پورا جسم کانپ رہا تھا۔ بن پولان کے اٹھتے ہی وہ بھی اٹھ گیا۔ لیکن پھر اس کا سر چکرانے لگا۔ احساس توازن میں خلل پڑا اور وہ دھڑام سے فرش پر چلا آیا۔ پھر اس کے علاوہ چارہ ہی نہ رہا کہ آنکھیں بند کر لیتا۔ پوری طرح ہوش میں تھا۔ سب کچھ سن رہا تھا۔ لیکن خود سے اٹھ نہیں سکتا تھا۔ گھٹنوں میں عجیب سی کمزوری محسوس ہو رہی تھی۔

آنکھیں بند کئے پڑا ان کی گفتگو سنتا رہا۔ بن پولان کہہ رہا تھا۔ ''پریشانی کی ضرورت نہیں۔ یہ ابھی ٹھیک ہو جائیں گے۔ اکثر اس قسم کے دورے پڑ جاتے ہیں۔ جن کا اثر پانچ منٹ سے زیادہ نہیں رہتا۔ میرے باس ہیں اور ہر وقت اسی بناء پر مجھے اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔''

''میں ڈاکٹر کو فون کروں۔'' دی گوراں بولی۔

''نہیں مادام..... میں نے عرض کیا نا کہ اس کی ضرورت نہیں۔ میں تدبیر کرتا ہوں۔''

پیٹر نے محسوس کیا جیسے بن پولان اس کے قریب ہی فرش پر بیٹھ گیا ہو۔ پھر اس نے اس کا سر سہلانا شروع کیا اور سہلاتے سہلاتے جب اچانک اس نے اس کی ناک چٹکی سے دبائی تو اُس نے بوکھلا کر آنکھیں کھول دیں۔

''موسیو.....!'' وہ مغموم لہجے میں بولا۔ ''خدا رحم کرے آپ پر۔''

''مجھے اٹھاؤ۔'' مچکوف کراہا۔

''مجھے تم سے ہمدردی ہے۔'' دی گوراں نے نرم لہجے میں کہا۔

''کوئی بات نہیں محترمہ! اب میرے باس بالکل ٹھیک ہیں۔'' بن پولان بولا۔ ''دل چاہے ابھی چلئے..... دل چاہے پھر کسی وقت ہمیں طلب کر لیجئے۔''

''انہیں اٹھا کر صوفے پر لٹا دو۔'' دی گوراں نے بن پولان سے کہا۔

''شکریہ محترمہ۔''

پھر جب وہ پیٹر کو صوفے پر لٹا کر مڑا تو دروازے میں ایک سیاہ فام آدمی نظر آیا جس کے ہاتھوں میں ٹامی گن تھی اور اس کا رخ انہیں دونوں کی طرف تھا۔

''پیٹر اٹھ جاؤ۔'' دفعتاً دی گوراں تلخ لہجے میں بولی۔

پیٹر نہ صرف ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ گیا بلکہ دوسرے ہی لمحے میں وہ اس کے سامنے

اوندھا پڑا گڑگڑا رہا تھا۔ ''مادام میرا کوئی قصور نہیں۔ یہ بن پولان خودسر ہو گیا ہے۔''

''اگر آپ مادام ہیں۔'' بن پولان ادب سے جھک کر بولا۔ ''تو مجھ خادم کے آداب قبول کیجئے۔ کُہلر کا حشر میرے سامنے تھا اس لئے مجھے اپنی عقل استعمال کرنی پڑی۔''

''تم واقعی بہت عقل مند ہو بن پولان..... میں دل سے تمہاری قدر کرتی ہوں۔ لیکن شاید تمہیں علم نہیں کہ میرے آدمی عقل مندی سے زیادہ اطاعت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔''

بن پولان کچھ نہ بولا۔

وہ پیٹر کی طرف مڑ کر بولی۔ ''اٹھو اور سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔''

اس نے فوری طور پر تعمیل کی اور خوفزدہ نظروں سے اس آدمی کی طرف دیکھنے لگا جس کے ہاتھوں میں ٹامی گن تھی۔

وہ پھر بن پولان کی طرف مڑی۔ چند لمحے اسے گھورتی رہنے کے بعد بولی۔ ''وہ میرا ہی آدمی تھا بن پولان جس کا تعاقب تم نے کچھ دیر پہلے کیا تھا۔ دراصل یہ اس لئے ہوا تھا کہ تم دونوں کی گفتگو سننا چاہتی تھی۔ تم اپنی گاڑی میں جتنی دیر بولتے رہے تھے میں تمہاری آواز سنتی رہی تھی۔''

''میری خوش نصیبی ہے مادام کہ آپ نے مجھے قابل توجہ سمجھا۔'' بن پولان پھر جھکا۔

''اور بن پولان! میں نے تمہیں اُس وقت بھی دیکھا تھا جب تم پیٹر کو جکڑے ہوئے میکلوڈ سے کہہ رہے تھے کہ اس کے چہرے کا معائنہ کیا جائے۔''

''میں ایسے حالات میں کیا کرتا مادام جبکہ کُہلر کی مثال سامنے تھی۔ کچھ دیر پہلے موسیو مچکوف نے بھی تو میرا منہ دھلوایا تھا۔''

''تو یہ حرکت انتقاماً نہیں تھی۔'' دی گوراں یا اولیویا نارمن نے پوچھا۔

''ہرگز نہیں مادام..... یہ حرکت بھی مجھ سے اس وقت سرزد ہوئی تھی جب مجھے اطمینان ہو گیا تھا کہ اب انچارج مسٹر میکلوڈ ہوں گے..... ظاہر ہے اس کے بعد موسیو مچکوف میرے ہی برابر آ کھڑے ہوتے۔''

''تمہیں ڈسپلن کا بھی بڑا خیال ہے بن پولان.....؟''

''مادام کی ذرہ نوازی۔''

''بے حد چالاک ہو۔'' وہ مسکرائی اور پھر سنجیدہ ہوکر بولی۔ ''لیکن پن بولان تم نے آئیڈنٹی فائر کیوں تباہ کردیا۔''

''میں نے.....؟'' بن بولان اچھل پڑا۔

''ہاں..... بن بولان..... میں نے دیکھا تھا..... تم اس کی روشنی سے بچنے کی کوشش کررہے تھے۔ تم نے اپنا چہرہ مچکوف کی پشت پر چھپالیا تھا۔''

''مادام..... میں آخر خواہ مخواہ اس اذیت سے کیوں گزرتا جس سے موسیو مچکوف گزررہے تھے۔''

''ہوں..... میرا خیال ہے کہ تم آئیڈنٹی فائر کی نوعیت سے واقف تھے۔ تم مچکوف سے کہیں زیادہ ذہین اور باخبر ہو..... اور یہ بات مجھے قطعی پسند نہیں۔''

''مادام.....!''

''ہاں..... تم جانتے تھے کہ آئیڈنٹی فائر سے پھوٹنے والی روشنی ٹیلی کاسٹ کرتی ہے۔ تمہارے چہرے کا عکس کسی اور ریسیونگ آپریٹس پر دیکھا جاسکے گا۔ اصلی چہرے کا عکس..... کرنل فریدی۔''

''کیا.....!'' بن بولان ایک بار پھر اچھل پڑا۔

اولیویا کا قہقہہ کمرے میں گونج رہا تھا اور اسکے چمکیلے دانت بڑے خوفناک لگ رہے تھے۔

''یعنی..... یعنی..... مم..... میں کرنل فریدی۔'' بن بولان خوفزدہ لہجے میں ہکلایا اور اس آدمی کی طرف سہمی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا جس کے ہاتھوں میں ٹامی گن تھی۔

''ہاں..... تم..... کرنل فریدی ہو۔'' وہ خونخوار لہجے میں بولی۔

''میرے خدا..... کیا موسیو..... آپ کیوں خاموش ہیں..... آپ نے تو اس مخلول سے میرا منہ دھلوایا تھا۔''

''اس کے بعد تم کتنی دیر تک مچکوف سے الگ رہے تھے۔''

''میں تو سوگیا تھا مادام مجھے یاد نہیں۔''

''تمہیں بہت وقت ملا تھا کرنل فریدی۔''

''حد ہوگئی مادام..... میں یہ توہین نہیں برداشت کرسکتا۔ اپنے آدمی سے کہئے کہ وہ گن

خالی کردے میرے جسم پر.....زندہ رہا تو اس توہین کا بدلہ لینے کی کوشش ضرور کروں گا۔''

''آپے سے باہر ہونے کی ضرورت نہیں۔'' اولیویا جھنجھلا کر چیخی۔''اگر تم کرنل فریدی نہیں ہو تو میں تمہیں آسمان پر چڑھا دوں گی۔ خاموش کھڑے رہو.....پیٹر مچکوف.....!''

''مادام.....!'' پیٹر آگے بڑھ کر بولا۔

''اس گلدان کے اندر سے بوتل نکالو.....!'' اس نے بائیں جانب کی کارنر ٹیبل پر رکھے ہوئے بڑے گلدان کی طرف اشارہ کیا۔

پیٹر نے تعمیل حکم میں بڑی پھرتی دکھائی تھی۔

''بن پولان کے چہرے پر سیال آزماؤ۔'' اولیویا نے پرسکون لہجے میں کہا۔ اس کی آواز میں پہلا سا ٹھہراؤ دوبارہ پایا جانے لگا تھا۔

بن پولان بے حس و حرکت کھڑا تھا..... پیٹر نے بوتل سے سیال نکالا اور اس کے چہرے پر لگانے لگا۔

تقریباً پانچ منٹ تک یہ سلسلہ جاری رہا۔ کمرے کی فضا پر بوجھل سا سکوت طاری تھا۔

بن پولان کے چہرے میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی۔

تب اولیویا نارمن طویل سانس لے کر بولی۔''میں مطمئن ہوں۔''

ٹھیک اسی وقت بن پولان نے دروازے کی طرف چھلانگ لگائی۔ وہ آدمی جس کے ہاتھ میں ٹامی گن تھی اچھل کر دروازے کے باہر جا پڑا اور بن پولان ٹامی گن سنبھالے ہوئے اولیویا نارمن کی طرف پلٹا۔

اولیویا کا منہ حیرت سے کھل گیا تھا۔ بن پولان نے ٹامی گن اس کے قدموں میں ڈال دی اور احتراماً جھکا اور پھر سیدھا ہو کر آہستہ سے بولا۔''یہ پہلے بھی ہو سکتا تھا مادام.....!''

''تم واقعی حیرت انگیز ہو بن پولان..... مجھے ایسے ہی جری آدمی کی ضرورت تھی۔ اب تم میرے ساتھ رہو گے۔''

بن پولان سر جھکائے کھڑا رہا۔

اولیویا نے مچکوف سے کہا۔''تم اب تجرباتی زرعی فارم میں رہو گے۔ فریدی تمہارے تعاقب میں رہا ہے۔ اس کے آدمی اس عمارت کے گرد بھی پھیل گئے ہوں گے۔ بن پولان

میرے ساتھ جائے گا اور اب تم دیکھنا ایک ہفتے کے اندر اندر فریدی میری گرفت میں ہوگا۔''

''کیا مجھے ابھی رخصت ہو جانا چاہئے مادام۔'' مچکوف کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔

''فورا.....!'' اولیویا سیاہ فام آدمی کی طرف اشارہ کرتی ہوئی بولی۔''اسے اپنے ساتھ لے جاؤ۔''

سیاہ فام آدمی جس سے ٹامی گن چھینی گئی تھی بن پولان کو کینہ توز نظروں سے دیکھتا ہوا پیٹر مچکوف کے ساتھ چلا گیا۔

بن پولان اور اولیویا نارمن اس کمرے میں تنہا رہ گئے اور اولیویا کچھ دیر بعد بولی۔

''میرا خیال ہے کہ تم نے اس دوران میں اپنی آنکھیں کھلی رکھی ہیں۔''

''پیٹر نے میرے بہتیرے مشوروں پر عمل نہیں کیا مادام..... ورنہ فریدی کبھی کا ہاتھ آ گیا ہوتا۔''

''مثال کے طور پر اپنا کوئی مشورہ دہراؤ۔''

''میں نے اس سے کہا تھا کہ ویسا ہی کوئی دوسرا برہنہ دیوانہ چھوڑا جائے..... دوسری بار میں یقینی طور پر فریدی کو پکڑ لیتا۔''

''دوسری بار فریدی خود نہ آتا بن پولان..... اس نے دوسرے امکانی واقعے کے سد باب کے لئے باضابطہ طور پر انتظام کرادیا تھا۔ ساری پولیس کاروں میں اس دن کے بعد سے بڑے بڑے جال رکھے جانے لگے تھے۔''

''خیر..... مجھے آپ کسی طرح بھی پیچھے نہ پائیں گی۔''

''ہمیں فی الحال یہاں سے نکلنے کی سوچنا چاہئے..... اس کے آدمی یقینی طور پر عمارت کی نگرانی کر رہے ہوں گے۔'' اولیویا پُرتفکر لہجے میں بولی۔

''آپ فکر نہ کیجئے میں نے یہاں ایک بند گاڑی بھی دیکھی تھی۔ جہاں کہیں گی لے چلونگا۔''

''یہاں سے نکلنے والے ہر فرد کا تعاقب کیا جائے گا۔''

''آپ دیکھئے گا کہ کتنی آسانی سے تعاقب کرنے والوں کو ٹھکانے لگا دیتا ہوں۔ پیٹر ہمیشہ میری راہ میں حائل ہوتا رہا ہے ورنہ اس وقت حالات کچھ اور ہوتے۔''

وہ کچھ نہ بولی۔ کسی گہری سوچ میں معلوم ہوتی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ بن پولان کی طرف مڑی اور اسے ایسی نظروں سے دیکھا جیسے خواہ مخواہ اس کا وقت ضائع کرار ہا ہو۔

پھر بولی۔''فریدی کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔''

بن پولان نے بہت بُرا سا منہ بنایا اور بولا۔''گستاخی ضرور ہے مادام! لیکن کہنا پڑتا ہے کہ ہمارا یہ یونٹ بالکل ناکارہ ہے.....اس نے اس بُری طرح فریدی کا ہوا تخلیق کیا ہے کہ بعض اوقات مجھے ہنسی آنے لگتی ہے۔''

''کیا مطلب.....؟''

''میں جب چاہوں فریدی پر ہاتھ ڈال دوں۔''

''اوہو.....!'' اولیویا کا یہ انداز چونکنے کا سا تھا۔

''میں نے کئی بار پیٹر مچکوف کو مشورے دیئے لیکن وہ مادام کی بنائی ہوئی لائینوں سے ہٹنا نہیں چاہتا تھا۔''

''تم اسے الزام نہیں دے سکتے۔ وہ پوری طرح میرے احکامات کی تعمیل کر رہا تھا۔''

''تو مادام مشورے نہیں قبول کرتیں۔''

اولیویا نے پھر اسے گھور کر دیکھا اور بولی۔''ابھی تک کسی نے خود کو اس کا اہل نہیں ثابت کیا بن پولان۔''

''لیکن آپ کا یہ خادم بن پولان اسی اہلیت اور اہمیت کے حصول کے لئے کوشاں رہا ہے.....اگر مادام میرا قصور معاف کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں۔''

اولیویا نے پھر اسے عجیب انداز میں گھورتے ہوئے کہا۔''میں تمہیں معاف کردوں گی۔''

''میں نے پیٹر مچکوف کی اسکیموں سے ہٹ کر بھی کچھ کیا ہے۔ مثال کے طور پر میں نے فریدی کے اسسٹنٹ حمید پر اس وقت ہاتھ ڈال دیا تھا جب میڈونا پہلی بار موٹے آدمی کو

ساتھ لے کر باہر نکلی تھی۔''

''نہیں.....!'' اولیویا کے لہجے میں حیرت تھی۔

''ہاں مادام.....میرے علاوہ اور کسی نے اس طرف دھیان نہیں دیا تھا۔ وہ میک اپ میں تھا اسکے باوجود میں نے اسکے چلنے کے انداز سے اُسے پہچان لیا اور میرا خیال درست نکلا۔''

''وہ کہاں ہے!'' اولیویا نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

''ایک ویران جزیرے میں۔''

''تم نے اتنے دنوں تک کیوں چھپایا۔'' اولیویا کا موڈ بگڑ گیا۔

''اہلیت اور اہمیت کا ثبوت پیش کرنے کے لئے مادام۔'' وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔ ''آپ مجھے پہلے ہی معافی دے چکی ہیں۔''

''ہاں..... ہاں.....ٹھیک ہے۔'' وہ مسکرائی۔

''اور دوسری جسارت بھی سن لیجئے۔ پیٹر کو اس کا علم نہیں۔ میں نے میڈونا اور موٹے کو بھی بعد میں اسی جزیرے میں پہنچا دیا تھا۔''

''کیوں.....؟''

''محض یہ دیکھنے کیلئے کہ فریدی کے آدمی کتنے چاق و چوبند ہیں۔ لیکن مجھے کہنے دیجئے کہ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہ ہو سکا اور ابھی تک اسی عمارت کے گرد جھک مار رہے ہیں۔''

''تب تو تم میرے اندازے سے بھی زیادہ چالاک نکلے۔''

بن پولان سر جھکائے کھڑا رہا۔

''لیکن بن پولان.....!'' وہ کچھ دیر بعد پھر بولی۔ ''تم اپنی اہمیت جتا کر کیا حاصل کرنا چاہتے تھے؟''

''مادام کا قرب.....!''

''کس لئے.....؟''

بن پولان نے ٹھنڈی سانس لی اور بولا۔ ''ہر آدمی کا سر کسی نہ کسی کے سامنے ضرور جھکتا ہے۔ اگر آپ میری پچھلی زندگی پر نظر ڈالیں تو میں شروع ہی سے ایک سرکش آدمی نظر آؤں گا۔ یہ سر آج تک کسی کے آگے نہیں جھکا۔ لیکن.....لیکن.....!''

''اُوہ.....!''

''غلط نہ سمجھئے..... یہ سر آپ کے آگے بھی نہیں جھکے گا۔''

''کیا مطلب.....؟''

''کسی زمانے میں ''ٹی تھری بی'' کے ساتھ ''الفانسے'' کا نام سنا جاتا تھا۔''

''بکواس بند کرو۔'' وہ آپے سے باہر ہوگئی۔

''ولیجاہ جیسے کیڑوں کو اس کا شرف حاصل ہوسکتا ہے لیکن بن پولان.....!''

''خاموش رہو۔''

''بہت بہتر مادام.....!'' اس نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔

''تم تاحکم ثانی اسی عمارت میں ٹھہرو گے..... میں جارہی ہوں۔''

''لل.....لیکن آپ مجھے معاف کرچکی ہیں۔'' وہ خوفزدہ لہجے میں بولا۔

''تم اگر یہاں سے ہلے تو جان بخشی کا وعدہ وفا نہ ہوسکے گا۔ اسے اچھی طرح ذہن نشین کرلو۔''

''تب پھر شائد وہ کامیاب ہی ہوجائے۔''

''کون.....؟''

''فریدی.....!''

''کیا مطلب.....؟''

''میں نے اپنی آنکھیں کھلی رکھی ہیں مادام..... نیوی والوں سے بالکل الگ رہ کر فریدی لڑکال جنگل میں ایک جگہ کھدائی کرارہا ہے۔''

''اوہ.....!'' وہ پھر بیٹھ گئی۔

''وہ جگہ اس جھیل سے تقریباً ایک میل کے فاصلے پر ہے.....اور فریدی کی راتیں زیادہ تر وہیں گزرتی ہیں۔''

''تم تو مجھ سے بھی زیادہ باخبر ہو.....بن پولان.....!''

''بن پولان چاند کیلئے کبھی نہیں ہمکا۔ وہ جانتا ہے کہ اُسے کس حد تک جانا چاہئے۔ میری الفانسے کی حیثیت والی تجویز حیثیت سے بڑھ کر آرزو کرنے کے زمرے میں نہیں آسکتی۔''

''ہوں.....!'' وہ اُسے گھورتی رہی۔

''اگر آپ چاہیں تو میں آج آپ کو وہاں لے جا سکتا ہوں۔''

''تم نے ابھی تک اتنی اہم بات کیوں چھپائی۔''

''بس موقع کا منتظر تھا۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ میری کارکردگی پیٹر کے سر کا تاج بنے۔''

''تم مجھے وہاں کیسے لے چلو گے.....ادھر تو آج کل پرندہ بھی پر نہیں مار سکتا۔''

''میں آپ کو نیوی کے ایک ہیلی کوپٹر میں لے چلوں گا اور میرے جسم پر ایک نیول آفیسر کی وردی ہوگی۔''

اولیویا بڑی پھرتی سے جھکی اور اپنے پیروں کے پاس پڑی ہوئی ٹامی گن اٹھا کر اس کا رخ بن پولان کی طرف کرتی ہوئی بولی۔ ''تب تم فریدی ہی کے کوئی آدمی ہو۔ دھوکہ دے کر یونٹ میں شامل ہو گئے ہو۔''

''شوق سے میرا جسم چھلنی کر دیجئے۔'' بن پولان مسکرایا۔ ''آپ کی زبان سے دوبارہ یہ الزام سننے سے بہتر یہی ہے کہ تیسری بار کچھ سننے کے قابل نہ رہوں۔''

''تم نے مجھے اُلجھن میں ڈال دیا ہے بن پولان.....!'' اولیویا نے ٹامی گن کی نال جھکا دی اور بن پولان اسی طرح کھڑا مسکراتا رہا۔

''اگر تم سچے ہو تو.....شائد وہ مقام تمہیں حاصل ہی ہو جائے۔'' اولیویا نے تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

''مجھے ہر ہر طرح آزمایئے.....آپ کے وسائل لامحدود ہیں.....آپ اس طرح میری نگرانی کرا سکتی ہیں کہ میرے فرشتوں کو بھی اس کا علم نہ ہو سکے۔''

''تم ٹھیک کہہ رہے ہو.....میں ایسا ضرور کروں گی۔ اچھا تم جہاں جانا چاہو جا سکتے ہو۔''

''تو پھر آج رات.....!''

''میں تیار ہوں۔'' اولیویا بولی۔ ''تم اپنی گاڑی کے ٹرانسمیٹر پر جب چاہو مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہو۔''

''بہت بہت شکریہ مادام.....آپ مطمئن رہیں.....لیکن میرے ہمراہ صرف آپ ہوں گی.....نیول ہسپتال کے نرس کی وردی میں! اس کا انتظام پہلے سے رکھئے گا۔ میں آپ

کو ٹرانسمیٹر ہی پر بتاؤں گا کہ آپ مجھے کہاں ملیں۔''

''اچھی بات ہے.....!'' اولیویا مسکرا کر بولی۔ ''لیکن اس مسکراہٹ میں بے اعتباری پائی جاتی تھی۔''

جب آنکھ کھلی

آٹھ بجے رات کو بن پوالان نے اپنی گاڑی کے ٹرانسمیٹر پر اولیویا نارمن سے رابطہ قائم کیا اور اسے بتایا کہ وہ اس سے نیول ہسپتال کے قریب ہی ملے گا۔ خود نیوی کے کمانڈر کی وردی میں ہوگا.....اس کے چہرے پر فرنچ کٹ ڈاڑھی اور گھنی مونچھیں ہوں گی۔

''لیکن تم مجھے نرس کے لباس میں بھی نہ پہچان سکو گے بن پوالان۔'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

''اسی لئے میں نے آپ کو اپنا حلیہ بتایا ہے کہ آپ مجھے پہچان لیں.....!''

''لیکن نیوی کا وہ کمانڈر.....؟''

''پچھلے ایک ماہ سے میری قید میں ہے اور میں اس کی ڈیوٹی بھی انجام دیتا رہا ہوں ورنہ اس حد تک کیسے جا سکتا.....اس کی طرف سے آپ مطمئن رہیں۔''

''تم جانو.....میرا بال بھی بیکا نہ ہو سکے گا.....آئی گئی تم پر ہی گذرے گی۔''

''میں بزدل نہیں ہوں مادام.....!''

''اچھی بات ہے.....میں کس وقت تم سے وہاں ملوں۔''

''ٹھیک نو بجے.....کمپاؤنڈ کے مشرقی پھاٹک کے قریب۔''

''اچھی بات ہے۔''

بن پوالان نے ریسیور ڈیش بورڈ کے خانے میں رکھ دیا اور گاڑی کی رفتار تیز کر دی۔ وہ اس وقت شہر کے باہر ایک کچے راستے پر گاڑی چلا رہا تھا۔ دفعتاً ایک جگہ اس نے گاڑی بائیں

جانب جھاڑیوں میں موڑ دی اور دور تک اُسے لیتا چلا گیا۔ حتیٰ کہ وہ جھاڑیوں میں بالکل چھپ گئے۔ پھر اس نے گاڑی کا انجن بند کیا اور نیچے اتر آیا۔ اب وہ جھاڑیوں سے نکل کر پھر کچے راستے کی طرف جا رہا تھا۔ کچے راستے کی دوسری طرف جھاڑیوں کے سلسلے تھے..... وہ بائیں جانب مڑ کر کچھ دور کچے راستے پر چلا اور پھر مخالف سمت والی جھاڑیوں میں گھسنے لگا۔ ایک جگہ رک کر اس نے ٹارچ کی روشنی چاروں طرف ڈالی اور پھر بائیں جانب چلنے لگا۔ اس بار وہ جھاڑیوں میں چھپی ہوئی دوسری گاڑی کے قریب رکا تھا۔ اس کے اندر بیٹھ کر اس نے انجن اسٹارٹ کیا اور اُسے کچے راستے پر نکال لایا۔ تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد وہ پختہ سڑک پر پہنچ گیا تھا۔

دو گاڑیاں شام ہی سے اس کے پیچھے لگی رہی تھیں۔ پختہ سڑک پر پہنچ کر ان سے دوبارہ مڈبھیڑ ہوئی لیکن وہ چالاک تھے۔ بن پولان کے علاوہ کوئی دوسرا ہوتا تو ان کے انداز سے یقینی طور پر دھوکا کھا جاتا۔ لیکن اُسے تو علم ہی تھا کہ ان میں سے ایک گاڑی اولیویا نارمن کے آدمیوں کے تعاقب میں لگی رہی تھی۔ اب شہر پہنچ کر اُسے اُن دونوں کو حکم دینا تھا۔ وہ چاہتا تھا کہ جب وہ نیول ہسپتال پہنچے تو تعاقب کرنے والی گاڑیاں اُس کے پیچھے نہ ہوں۔ اس کا انتظام بھی اُس نے پہلے ہی سے کر رکھا تھا۔ نیاگرا پہنچ کر اس نے اپنی گاڑی پارکنگ شیڈ میں کھڑی کرنے کی بجائے کھلے میں چھوڑی اور صدر دروازے کی طرف بڑھ ہی رہا تھا کہ چوکیدار نے آگے بڑھ کر کہا۔ ''جناب عالی پارکنگ شیڈ میں.....!''

اس نے اونچی آواز میں کہا۔ ''میں ہال میں ایک آدمی کو دیکھوں گا۔ اگر وہ موجود ہوگا تو گاڑی پارکنگ شیڈ میں کھڑی کر دوں گا۔ ورنہ یہاں سے واپس جاؤں گا۔''

وہ دونوں گاڑیاں بھی کمپاؤنڈ میں داخل ہو چکی تھیں اور اس سے تھوڑے ہی فاصلے پر رکی تھیں۔ اس نے یہ جملہ ان میں بیٹھے ہوئے لوگوں کو سنانے ہی کے لئے اونچی آواز میں ادا کیا تھا۔ وہ تیزی سے صدر دروازے کی طرف بڑھا۔ ہال میں داخل ہو کر کاؤنٹر کے قریب پہنچا اور چاروں طرف نظریں دوڑانے کے بعد دوبارہ باہر آ گیا۔ پھر گاڑی میں بیٹھ کر اُسے پارکنگ شیڈ میں لے جانے لگا۔ ابھی یہاں کافی جگہ خالی پڑی تھی اس نے دیکھا وہ دونوں گاڑیاں بھی پارکنگ شیڈ کی طرف چل پڑی ہیں۔ وہ اپنی گاڑی کا انجن بند کر کے بڑی پھرتی

سے نیچے اُترا اور دوسری گاڑیوں کی آڑ لیتا ہوا اس لائین میں کھڑی ہوئی آٹھویں گاڑی کے پاس آ پہنچا۔ یہ ایک بند وین تھی۔ ابھی دونوں گاڑیاں پارک بھی نہیں ہوئی تھیں کہ وہ اس وین میں بیٹھ کر اس کا انجن اسٹارٹ کر چکا تھا۔ پھر بڑے اطمینان سے اس نے وین پارکنگ شیڈ سے نکالی اور سیدھا گیٹ کی طرف ہولیا۔ اب وہ وین سنسان سڑک پر تیز رفتاری کی نئی مثال قائم کر رہی تھی۔ آج رات کی بھاگ دوڑ کا نقشہ اس نے پہلے ہی سے مرتب کیا تھا۔ اس لئے یہ وین جس کی ''اگنیشن کی'' اسی کے پاس تھی یہاں نیاگرہ کے پارکنگ شیڈ میں پہلے ہی سے پارک کر دی گئی تھی۔ بھاگم بھاگ شہر پہنچا اور یہاں سے نیول ہسپتال کی راہ لی۔ وہ اس وقت کمانڈر کی وردی میں تھا اور حلیہ وہی تھا جس کی اطلاع اس نے اولیویا نارمن کو دی تھی۔

نو بجنے میں صرف دس منٹ باقی تھے اور اتنی دیر میں وہ نیول ہسپتال تک پہنچ سکتا تھا۔

مشرقی پھاٹک کے قریب وین روکتے ہوئے اس نے چاروں طرف نظریں دوڑائیں اور نیچے اُتر آیا.....اور پھر اس نے ایک تاریک گوشے سے کسی کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا۔

''ہیلو کمانڈر.....!'' مترنم سی آواز سنائی دی۔

''کمانڈر عتیق مادام.....!'' وہ کسی قدر جھک کر بولا۔

بڑی خوبصورت نرس تھی۔ بن پولان نے کہا۔ ''واقعی مادام کے سیکڑوں روپ ہیں۔ میرے فرشتے بھی نہ پہچان سکتے اگر آپ خود ہی مخاطب نہ کرتیں۔''

''لیکن مجھے حیرت ہے بن پولان.....!''

''میں نہیں سمجھا مادام.....!''

''تمہارے تعاقب میں کوئی گاڑی نہیں ہے۔''

''وہ لوگ نیاگرہ میں کافی پی رہے ہوں گے مادام.....!''

''کیا مطلب.....؟'' وہ اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

تب بن پولان نے اسے آج کی بھاگ دوڑ کی کہانی سنائی اور ایسی کھسیانی ہنسی کے ساتھ جیسے لگے ہاتھوں اپنی حماقت کا اعتراف بھی کرتا جا رہا ہو۔

''واقعی تم حیرت انگیز ہو..... میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ پیٹر مچکوف جیسے گاؤدی کا اسسٹنٹ اتنا چالاک ہوگا۔''

''بس اب ہمیں نیول ایئر بیس کی طرف چل دینا چاہئے۔'' بن یولان بولا۔

''پھر اچھی طرح سوچ لو.....تم کوئی غلطی تو نہیں کر رہے۔''

''اب مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ آپ تو ہیں میرے ساتھ۔ طوفانوں سے ٹکرا جاؤں گا۔''

''خیر.....چلو.....!'' وہ اگلی سیٹ پر اسکے برابر ہی بیٹھ گئی۔ ''ایئر بیس پر تم کیا کرو گے۔''

''ہیلی کوپٹر کے لئے وہاں جانا ہی پڑے گا۔ پچھلے ایک ماہ سے وہ ہیلی کوپٹر کمانڈر رتیق کے لئے مخصوص ہے.....اور کمانڈر رتیق میری قید میں ہے۔''

''بہت بڑا خطرہ مول لیا ہے تم نے۔''

''اس کے بغیر کام نہیں چلتا مادام.....آپ دیکھئے گا کہ.....!'' وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گیا۔ وین تیز رفتاری سے نیول بیس کی طرف بڑھتی رہی۔

''تم واقعی کمال کے آدمی ہو۔ تم نے تنہا یہ سب کچھ کر ڈالا۔ میں بھی بسا اوقات ایسے اقدام کرتی ہوں لیکن میرے ساتھ تنظیم ہوتی ہے۔''

''زندگی میں پہلی بار میں نے اتنا بڑا خطرہ مول لیا ہے۔ محض اس لئے کہ کسی طرح آپ سے قریب ہو سکوں۔''

''سنو بن یولان.....اگر اس طرح فریدی ہاتھ آ گیا تو میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمہاری ہر خواہش پوری ہو گی۔''

''شکریہ مادام.....!''

تھوڑی دیر بعد وہ منزل مقصود تک جا پہنچے۔ بن یولان ہر ہر قدم پر خود اعتمادی کا بہترین مظاہرہ کر رہا تھا۔ حتیٰ کہ وہ اس ہیلی کوپٹر تک جا پہنچے جس میں لڑکال جنگل کے لئے روانہ ہونا تھا۔

''تم خود ہی پائلٹ بھی کرو گے۔'' اولیویا نے حیرت سے پوچھا۔

''ہاں مادام.....کمانڈر رتیق خود ہی پائلٹ بھی کرتا تھا۔''

ہیلی کوپٹر شور کے ساتھ بلند ہوا.....اولیویا اس کے برابر بیٹھی ہوئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد وہ لڑکال جنگل پر پرواز کر رہے تھے۔

دفعتاً ٹرانسمیٹر سے آواز آئی۔ ''کون ہے؟''

''کمانڈر رتیق.....ایمرجنسی.....ڈارک کارنر.....!''

'ٹو دی نارتھ.....سیونٹی فائیو ڈگری.....!'' ریسیور سے آواز آئی۔

''او کے.....تھینک یو۔''

ہیڈ فون کا دوسرا سیٹ اولیویا کے استعمال میں تھا۔ اس نے بھی یہ گفتگو سنی۔ بن پولان نے ہیلی کوپٹر کا رخ موڑا اور کچھ دور چلنے کے بعد پھر آواز آئی۔

''ہواز دیٹ.....؟''

''کمانڈر رتیق.....!''

''ٹو دی.....الائٹ اسپاٹ.....!''

''تھینک یو۔''

کچھ دور نیچے ایک روشن دائرہ نظر آ رہا تھا۔ غالباً اسی کی طرف رہنمائی کی گئی تھی۔ اس جگہ پہنچ کر بن پولان ہیلی کوپٹر کو نیچے اتارنے لگا۔ یہ ایک سرچ لائٹ کا دائرہ تھا جو درخت پر لگی ہوئی تھی۔ روشنی اس جگہ صاف زمین پر پڑ رہی تھی جہاں ہیلی کوپٹر کو اترنا تھا۔ ہیلی کوپٹر کو اتار کر بن پولان نے اولیویا سے کہا۔ ''اب اس طرف اندھیرے میں آ جایئے.....وہ خود ہی ادھر آئے گا۔''

''کون.....؟''

''فریدی.....!''

''تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔''

بن پولان ہنس کر بولا۔ ''اس ایک ماہ کے دوران میں کئی بار میں اس کے لئے پیغامات لا چکا ہوں۔ جنرل قادری سے اس کی لڑائی ایک ڈھونگ تھی مادام.....اچھا دیکھئے.....اب یہاں ایک کام آپ کو کرنا ہے۔'' اس نے جیب سے سفید رنگ کی ایک چھوٹی سی گیند نکالی اور اسے اس کے ہاتھ میں دیتا ہوا بولا۔ ''میں اس کو باتوں میں لگاؤں گا اور آپ یہ گیند تاک کر اس کی ناک پر مار دیجئے گا.....دیکھئے.....سنبھالئے اُسے وہ شائد آ رہا ہے۔''

اولیویا نے گیند ہاتھ میں لے لی۔ اس میں کوئی سیال مادہ تھا اور گیند پھٹ جانے والے پلاسٹک سے بنائی تھی۔

قدموں کی آواز قریب ہوتی گئی اور جیسے ہی آنے والا روشنی کے دائرے میں پہنچا اولیویا نے اُسے پہچان لیا۔ یہ بلاشبہ فریدی تھا۔

''ادھر کرنل.....!'' بن پولان نے اُسے آواز دی۔

''ہیلو کمانڈر.....!'' وہ آواز کی طرف بڑھتا ہوا بولا اور پھر جیسے ہی وہ روشن دائرے سے گزر کر تاریکی کی طرف بڑھا اولیویا نے وہ گیند اس کی ناک پر کھینچ ماری..... پہلے اس نے لڑکھڑا کر سنبھلنا چاہا لیکن پھر مردوں کی طرح ڈھیر ہو گیا۔

وہ بے خبر سو رہے تھے.....اچانک آنکھ کھلی اور انہیں ایسا محسوس ہوا جیسے زلزلہ آ گیا ہو۔ زمین ہل رہی تھی۔ پہلے تو وہ اُسے بم کا دھماکا سمجھے تھے لیکن آہستہ آہستہ ذہن کے قابو میں آنے کے ساتھ ہی ساتھ اس شور میں تسلسل محسوس کرتے گئے.....اور سب سے پہلے بستر سے حمید ہی نے چھلانگ لگائی۔

''یہ.....یہ تو.....کسی ہیلی کوپٹر کا شور ہے۔'' اس نے قاسم کے شانے پر ہاتھ مار کر کہا۔

''ہیلی کوپٹر.....!'' قاسم نے پلکیں جھپکائیں۔

''ہاں.....وہ موم بتی بجھا دو۔'' حمید نے میڈونا سے کہا اور اس نے پھونک مار کر موم بتی بجھا دی۔ اتنے میں آواز تھم گئی۔ ''کیا گزر گیا؟'' میڈونا نے پوچھا۔

''ناممکن ہے.....میرا خیال ہے کہ وہ یہیں کہیں اُترا ہے۔'' حمید نے پُرتفکر لہجے میں کہا۔

''اے تو باہر نقل قر دیکھو۔'' قاسم جھلا کر بولا۔

''تم مجھ سے زیادہ بھاری بھرکم ہو.....زیادہ اچھی طرح دیکھ سکو گے۔''

''جھگڑنے کی ضرورت نہیں.....ہم تینوں دیکھتے ہیں۔'' میڈونا بولی۔

''تم قہاں سے بول رہی ہو۔''

''میں یہیں ہوں.....!''

''کس کے قریب۔''

''میرے قریب.....!'' حمید بولا۔

''میں قہتا ہوں.....فوراً بتی جلاؤ.....ورنہ اچھا نہیں ہوگا۔''

''دماغ تو نہیں چل گیا۔'' میڈونا جھنجھلا گئی۔

''بکنے دو.....زیادہ بکواس کرے گا تو تمہیں پھر بھوت بنا دوں گا۔''

''ابے...اا قسم!'' قاسم کانپتی ہوئی آواز میں بولا۔''اندھیرے میں ایسی باتیں نہ کرو!''

اتنے میں دروازے کی جھریوں سے روشنی دکھائی دی۔ شائد کوئی ٹارچ کی روشنی دروازے پر ڈال رہا تھا۔ پھر دروازے کو دھکا دیا گیا۔

''کون ہے.....؟'' میڈونا نے پوچھا۔

''دروازہ کھولو.....!'' باہر سے نسوانی آواز آئی۔

''مم.....میرے خدا.....یہ تو مادام کی آواز ہے۔'' میڈونا ہکلائی۔

''ٹھہرو میں موم بتی جلاتا ہوں۔'' حمید نے دیا سلائی کھینچی اور موم بتی روشن کر دی۔ پھر اس نے میڈونا کو دروازہ کھول دینے کا اشارہ کیا۔ دروازہ کھلا اور حمید کو ایسا محسوس ہوا جیسے ایک بار پھر زلزلہ آ گیا ہو۔ اس نے فریدی کو دیکھا جس کے ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اور چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔ اس کے پیچھے ایک عورت تھی اور آخر میں نیوی کا کوئی آفیسر داخل ہوا۔

حمید جہاں تھا وہیں رہ گیا کیونکہ نیول آفیسر کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔

''مادام میری خطا.....!'' میڈونا کانپتی ہوئی سی آواز میں بولی۔

''ڈرو نہیں.....تمہیں سزا نہیں دی گئی۔ مصلحتاً ایسا ہوا تھا۔'' عورت نے نرم لہجے میں کہا۔

''تم ادھر ہٹو.....!'' نیول آفیسر نے ریوالور کی نال سے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے حمید سے کہا۔

اسے ہٹنا پڑا اور اب اسے خیال آیا کہ اس سے بڑی غلطی ہوئی۔ ابھی تک وہ موم بتی کے قریب ہی کھڑا رہا تھا۔ چاہتا تو پھونک مار کر اسے بجھا سکتا تھا۔ پھر دیکھ لیا جاتا۔ غالباً اسی

خدشے کے پیش نظر اس آدمی نے اسے موم بتی کے قریب سے ہٹا دیا تھا۔

''اب بتاؤ کرنل فریدی!'' اولیویا نے زہریلے لہجے میں کہا۔ ''تم کہاں کی کھدائی کرا رہے ہو۔''

فریدی کچھ نہ بولا۔

''زبان کھولو.....!'' اولیویا غرائی ''ورنہ مانگنے سے بھی موت نہیں ملے گی۔''

''میں کیسے زبان کھولوں.....جبکہ کرنل فریدی نہیں ہوں۔'' وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

''کیا مطلب.....؟''

''آپ لوگ یقین کیجئے کہ میں کرنل فریدی نہیں ہوں۔ مجھ پر کرنل فریدی کا میک اپ کیا گیا ہے۔''

''بن پولان دیکھو.....!'' وہ حلق پھاڑ کر چیخی اور بلاؤز کے گریبان سے ایک چھوٹی سی ٹارچ نما کوئی چیز نکال لی۔

بن پولان فریدی کی طرف بڑھا اور اولیویا اس ٹارچ کا رخ حمید کی طرف کرتی ہوئی بولی۔ ''تم جہاں ہو وہاں سے ہلنا بھی مت۔ پوری فوج بھی مجھ پر ہاتھ نہیں ڈال سکتی۔ اس کی ایک شعاع سب کو خاک کر دے گی۔''

''اگر یہ کرنل فریدی نہیں ہے اولیویا نارمن تو یہ سمجھ لو کہ اب اس جھونپڑے سے قدم نہ نکال سکو گی۔'' حمید نے قہقہہ لگایا۔

بن پولان نے فریدی کے قریب پہنچ کر اس کا چہرہ ٹٹولا اور پھر وہ متحیرانہ لہجے میں بولا۔

''یہ ٹھیک کہہ رہا ہے مادام..... پلاسٹک میک اپ۔''

''اب تم بتاؤ کہ کتنے بڑے گدھے ہو.....خیر.....اب تم اپنی حفاظت خود ہی کرو گے۔ مجھے تو کوئی ہاتھ بھی نہ لگا سکے گا۔ آج فریدی کی موت آئی ہے۔''

''مم.....میں بے حد.....شرمندہ ہوں.....مادام.....!''

''بکواس مت کرو.....انہیں دیکھو.....میں باہر جا رہی ہوں۔''

وہ دروازے کی طرف بڑھی ہی تھی کہ بن پولان نے اس کے ٹارچ والے ہاتھ کو پکڑ کر جھٹکا دیا۔ وہ قاسم پر جا پڑی اور ٹارچ اب بن پولان کے ہاتھ میں تھی۔

''یہ کیا حرکت.....!'' وہ حلق پھاڑ کر چیخی۔

'فریدی کو اسی حربے کے نکلنے کا انتظار تھا.....ورنہ یہاں لانے کی کیا ضرورت تھی۔''

''نانوتہ.....!'' حمید کی زبان سے بے اختیار نکلا۔

''کیا بکواس ہے۔''

''کھیل ختم ہوگیا نانوتہ..... کُہلر کی واپسی کے بعد ہی میں نے بن پولان پر ہاتھ صاف کر دیا تھا۔''

''تو.....تم.....فف.....فریدی ہو۔''

''ہاں.....نانوتہ۔''

''لیکن.....لیکن.....صبح تو تم۔''

''صبح بھی میں ہی تھا۔ میرے چہرے پر بن پولان کا مکمل چہرہ ہے۔ صرف پلاسٹک کے ٹکڑے نہیں چپکائے گئے کہ کسی قسم کا سیلوشن انہیں واضح کر دے۔ البتہ آئیڈنٹی فائر کو تباہ کر کے میں نے عقل مندی کا ثبوت دیا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ اس سے نکلنے والی روشنی میرے اصل چہرے کو ٹیلی کاسٹ کر دے گی۔ میرا چہرہ کہیں کسی ریسیونگ آپریٹس پر دیکھا جا سکے گا۔''

حمید نے پھر قہقہہ لگایا۔

''تت.....تو آپ فریدی صاحب ہیں؟'' قاسم نے لہک کر پوچھا۔

''ہاں.....ہاں.....!''

''تت.....تو.....!'' قاسم شرما کر بولا۔ ''ایک بار پھر اس کو میرے اوپر دھکیل دیجئے۔''

''شٹ اپ.....کیا تم اُسے بھول گئے.....ملکہ ہفت افلاک.....!''

نانوتہ خاموش کھڑی تھی۔ چہرہ سپاٹ تھا۔

دوسرا دن فریدی کے لئے ایک مصروف ترین تھا۔ حمید اور قاسم نے فی الحال جزیرے سے واپس جانے سے انکار کر دیا تھا۔ میڈونا اور نانوتہ کو وہاں سے لے جایا گیا تھا۔

جزیرے سے جانے سے انکار کی وجہ حمید کی جھنجھلاہٹ تھی۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ وہ نانوتہ کی بجائے فریدی ہی کا قیدی تھا تو اس کا پارہ آسمان سے باتیں کرنے لگا۔

جینی اور اس کا باپ بلیک فورس کے لوگ تھے اور انہیں محض اس لئے یہاں رکھا گیا تھا کہ حمید کا جی بہلا رہے۔

سرِشام فریدی پھر آیا اور حمید کو راہِ راست پر لانے کی کوشش کرتا ہوا بولا۔ ''فرزند اگر پھر تم اس کے ہاتھ لگ جاتے تو میں اس کے علاوہ اور کچھ نہ سوچ سکتا کہ کس طرح تمہیں رہائی نصیب ہو..... جیسے پہلے ہوا تھا۔ اسی چکر میں وہ ہاتھ سے نکل گئی تھی۔''

''تو اس موٹے مردود کو لانے کی کیا ضرورت تھی۔''

''اسے وہاں سے نہ ہٹاتا تو یہ ہمیشہ کے لئے پاگل ہو جاتا۔''

''ہو جانے دیا ہوتا۔'' قاسم بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ ''اب پھر وہی صبح اور پھر وہی شام.... میرے مکدر کی چار سو بیس ہی ہوتی ہیں سالیاں..... سمجھا تھا قیا.... قیا ہوغیا۔''

''سوال یہ ہے کہ اس طریق کار کی کیا ضرورت تھی۔'' حمید بولا۔

''باضابطہ طریق کار میرے لئے بہتیری دشواریاں پیدا کرتا..... اور نانوتہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتی۔ وہ مجھے پکڑنا چاہتی تھی۔''

''کیوں.....؟''

''تمہیں یاد ہوگا کہ جیرالڈ شاستری کی زیرِ زمین دنیا کا راستہ ایک کولتار فیکٹری سے شروع ہوتا تھا۔''

''یاد ہے.....!''

''میں نے اُسے مسمار کر دیا تھا۔ کچھ دنوں کے بعد وہ جگہ بھی جنگل کی لپیٹ میں آ گئی۔ جھیل سے الگ تھی وہ جگہ لیکن میرا خیال تھا کہ سرنگ میں پانی بھر گیا ہوگا لیکن ایسا نہیں تھا۔ ریڈیم اسی سرنگ کے ایک حصے میں اب تک محفوظ رہا۔ سیسے کے بڑے بڑے صندوق وہاں اب بھی موجود ہیں جن میں ریڈیم کی بہت بڑی مقدار محفوظ ہے۔ نانوتہ نے پہلے اسے جھیل میں تلاش کرنے کی کوشش کی۔ پھر اُسے کولتار فیکٹری کا خیال آیا۔ لیکن کوئی بھی اس کی نشاندہی نہ کر سکا۔ وہ دراصل مجھ سے یہی معلوم کرنا چاہتی تھی کہ وہ حصہ بھی جھیل ہی بن گیا یا دھماکوں کا

اثر اس تک نہیں پہنچا تھا اور بھی وہ مجھ سے اپنی اس بے بسی کا انتقام بھی لینا چاہتی تھی جب میں نے اسے رونے[1] پر مجبور کر دیا تھا۔

''اس وقت آپ مجھے رونے پر مجبور قرار رہے ہیں۔'' قاسم نے کہا۔

''کیوں.....؟''

''کچھ نہیں۔'' وہ ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔''ایسے ایسے مقدر والے بھی موجود ہیں جنہیں عورتیں پکڑوانے کی کوششیں قرتی ہیں..... یاالا.....!''

فریدی بے اختیار مسکرا پڑا۔

''لیکن اس علامتی شاعری سے میرا پیچھا کیونکر چھوٹے گا۔ اگر وہ کرنل صاحب ٹکرا گئے۔''

''پہلے سے پلاننگ کی گئی تھی.....اس ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنا تھا۔ اسی لئے تمہیں آگاہ نہیں کیا گیا تھا.....جنرل قادری کو میں اپنا بزرگ سمجھتا ہوں اور وہ بھی میرا خیال کرتے ہیں۔ دراصل ساری دنیا کے ملکوں کے ملٹری سیکرٹ سروس نانوتہ کی تلاش میں ہے کیونکہ وہ ایک ملک کے فوجی راز چرا کر دوسرے ملک کے ہاتھوں فروخت کر دینے کی ماہر ہے۔ اس طرح وہ ''زیرو لینڈ'' کے لئے فنڈ اکٹھا کرتی رہی ہے۔ بہرحال اسی لئے یہ کیس ملٹری سیکرٹ سروس کو بھی ریفر کر دیا گیا تھا۔''

''کیا خوب شناسائی تھی۔''

''مہلک شناسائی کہو.....!'' فریدی نے کہا اور بجھا ہوا سگار سلگانے لگا۔

ختم شد

---

[1] اس کہانی کے لئے جاسوسی دنیا کا خاص نمبر ''چاندنی کا دھواں'' پڑھئے۔